ماہنامہ

حیاتِ نَو

پلریا گنج

May 1985

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ

حیات نو

مئی ۱۹۸۵ء مطابق شعبان المعظم ۱۴۰۵ھ

مدیر

طارق فارقلیط فلاحی

اس شمارہ کی قیمت: ۳ روپیہ ۵۰ پیسہ

سالانہ زر تعاون: ۲۵ روپیہ

ترسیل زر کا پتہ:

جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڑھ

یوپی ۲۷۶۱۲۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقوش حیات نو

ادارِیہ

سوڈان کی تین تصویریں ———— ایڈیٹر ۴

بارگاہ خداوندی سے

مطالعہ قرآن ———— مولانا نعیم الدین اصلاحی ۸

بارگاہ رسالت سے

رمضان کی برکات ———— مولانا ابوبکر اصلاحی ۱۰

مقالات

ظہورِ مہدی اور اس کے بارے میں شبہات ———— مولانا محمد طاہر مدنی ۱۶

سورہ حور کی ایک مظلوم آیت ———— مولوی انوار شرقی اے ۲۸

امانت کا بوجھ ———— نجمی حسن ۴۱

تصویر انجمن

انجمن کی دو سالہ رپورٹ ———— مطیع اللہ فلاحی مدنی سابق سکریٹری انجمن ۴۳

شعر و نغمہ

نذر جلیلؒ ———— شرقی سبحانی ۴۷

غزل ———— منصف مبارکپوری استاذ جامعہ ۵۰

حلقہ یاراں ———— عبید اللہ فہد عزیز الدین عزیز ۵۱

جامعہ اور اس کے لیل و نہار ———— نور محمد فلاحی سکریٹری ۵۳

جامعۃ الفلاح ————

امتحانات، تعطیلات، نیا تعلیمی سال

ادارِیہ

سوڈان کی تین تصویریں

سوڈان براعظم افریقہ کا ایک عظیم ملک جب ۲۳ ستمبر ۱۹۸۹ء کو اس کی ایک تہری ہی خوبصورت اور حسین تصویر سامنے آئی اس کا عکس آج بھی ذہن کے پردے پر موجود ہے، سوڈان کے صدر جعفر نمیری بڑے ہی خوش نظر آرہے ہیں، ان کے لب پر مسکراہٹ ہے اور چہرہ بکر اس عزم کی غمازی کر رہا ہے۔ ان کے ارد گرد فوجی افسران، وزراء، امراء اور رؤسا کا ایک جم غفیر ہے۔ سبھی خوش ہیں اور ان کے چہروں سے قہقہے پھوٹے پڑ رہے ہیں۔

عوام بھی مسرور ہیں وہ آپس میں باتیں کرتے ہوئے ایک طرف بھاگے جا رہے ہیں ان کی چال ڈھال، رفتار گفتار سب سے انتہا مسرت کا اظہار ہو رہا ہے وہ بڑھے جا رہے ہیں، بڑھے جا رہے ہیں، اپنی منزل کی طرف اپنے مقصود کی طرف۔

دریائے نیل بڑے ہی ناز و انداز کے ساتھ بہتے ہوئے بہہ رہا ہے خوبصورت لہریں اٹھ اٹھ کر گلے مل رہی ہیں اور ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہی ہیں، تا حد نظر دور تک کناں کی طرح نیل کا ساحل پھیلا ہوا ہے اور اس پر ریت کے ذرے سورج کی روشنی میں اس طرح چمک رہے ہیں جیسے چاندی کے ٹکڑے بکھیر دیئے گئے ہیں۔ شراب کے بڑے بڑے ڈرم رکھے ہوئے ہیں خوبصورت بوتلیں بکھری ہوئی ہیں۔ اور حسین و جمیل جام لنڈھائے پڑے ہیں۔ اتنے میں جعفر نمیری مضبوطی سے قدم بڑھاتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں، شراب کی بوتل اٹھاتے ہیں، اور دریائے نیل کی گہرائیوں میں ڈبو دیتے ہیں اللہ اکبر کے نعرہ سے فضا گونج اٹھتی ہے اور شراب کے ڈرم لنڈھا دیتے جاتے ہیں اور دریائے نیل مدہوش ہو جاتا ہے۔

اس کی دوسری تصویر اس سے کچھ مختلف ہے۔ امریکی نائب صدر جارج بش نے سوڈان کا دورہ کیا اور چار شرطیں پیش کی۔

اسلامی عناصر کو تمام سرکاری اداروں سے

سماجی و سیاسی تنظیموں سے بحث کیا جائے اور شریعت کے نفاذ کی رفتار سست اور معتول کی جائے۔

۵۔ لیبیا کے ساتھ ہر طرح کی مصالحت اور مفاہمت کی کوشش ختم کی جائے۔

۶۔ بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کی طرف سے بیان کی گئی پالیسی شرائط کو تسلیم کیا جائے۔

اور اس کے تیسرے دن جعفر نمیری اخوانی لیڈر ڈاکٹر حسن عبداللہ الترابی (صدارتی مشیر برائے خارجہ پالیسی) علی عثمان طہٰ (لیڈر پیپلز اسمبلی) محمد علیسی آدم (اٹارنی جنرل آفس میں وزیر مملکت) احمد عبدالرحمان محمد (سابق سکریٹری سیاسی کمیٹی) عمر الامام، اور عثمان کے علاوہ تین ججوں ڈاکٹر مکاشفی طہ الکباشی احمد حاج نور، ڈاکٹر ابراہیم خالد المبالوی نیز اٹارنی جنرل آفس کے پانچ قانونی مشیروں کو نہ صرف ان کے عہدے سے ہٹا دیا بلکہ ان کو جیلوں میں نظر بند بھی کر دیا۔ ان کے علاوہ ۱۵۰ سے لیکر ۲۰۰ تک اخوانی جیلوں کے اندر ڈال دیئے گئے۔

ان کا جرم یہ تھا کہ انھوں نے جعفر نمیری کو اسلامی قوانین کے نفاذ میں ہر طرح کا تعاون پیش کیا، وہ اپنی تمام تر قوتیں اور صلاحیتیں نمیری کے پروگرام کو کامیاب بنانے میں صرف کر دیا۔

معاشی محاذ پر ناکامی، اسلام دشمن طاقتوں کے دباؤ اور ذاتی اغراض و مقاصد کی خاطر نمیری نے اخوان کو یہ صلہ دیا اور ان پر الزام لگایا "یہ لوگ انقلاب کی حاصل کردہ عظیم کامیابیوں کو تباہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے، ان لوگوں نے اسلامی بینکوں میں اپنی جگہ بنالی تھی تاکہ ملکی معیشت پر غالب ہو سکیں اس کے علاوہ یہ لوگ مقننہ، عدلیہ اور معاشی اور انتظامی اداروں پر اثر انداز ہونے کی کوشش کر رہے تھے۔ نیز طلبہ کو منظم کرنے کے علاوہ مختلف اسلامی ادارے اور محاذ قائم کر رہے تھے۔"

اور اب ایک اور تصویر سامنے آئی ہے جو فی الحال اس حیثیت سے غیر واضح ہے کہ سوڈان کا مستقبل کیا ہوگا؟

۱۰ اپریل کو جعفر نمیری مصر کی راجدھانی قاہرہ میں اپنے پڑوسی سربراہ مملکت حسنی مبارک سے محو گفتگو ہیں۔ ایران، عراق، پاکستان، ہندوستان، امریکہ، روس، اور اپنے ملک سوڈان کے مختلف مسائل زیر بحث ہیں، اور ان کا حل تلاش کرنے میں دونوں سربراہ لگے ہوئے ہیں۔ بظاہر ماحول

پرسکون ہے لیکن نمیری کچھ بے چین سے نظر آرہے ہیں وہ کچھ دیر پہلے واشنگٹن سے آئے ہیں اور اب خرطوم جانا چاہتے ہیں۔ ان کا طیارہ ایرپورٹ پر ہے۔ مصری مغموم اور اداس اور قلم ٹھہر رہا ہے جیسے ہی حالات کا اندازہ ہوگیا ہو اور نمیری جیسے ہی کار سے اترے ہیں الفاظ ان کے کانوں میں یہ آواز گونجتی ہے۔ سوڈان کا تختہ الٹ دیا گیا۔ میجر جنرل عبدالرحمان سوار الذہب نے عنان حکومت سنبھال لی۔ نمیری کو یقین نہیں آتا۔ ان کو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے یہ ڈراونا خواب ہے اور وہ سو رہے ہیں لیکن پھر احساس ہوتا ہے کہ نہیں وہ بیدار ہیں اور یہ ایک حقیقت ہے اور حقیقت جھٹلائی نہیں جا سکتی۔

سوڈان کی یہ تین تصویریں میرے ذہن کے پردے پر بار بار ابھر رہی ہیں اور مسلسل ابھر رہی ہیں، یقیناً ان میں پہلی تصویر ہی سب سے زیادہ حسین اور خوبصورت ہے۔ وہاں کے عوام کو بھی سب سے زیادہ محبوب اور پیاری بھی ہے اور مفید اور کارآمد بھی۔

سوڈان کے حکمراں نمیری ہوں یا سوار الذہب یا کوئی اور ان کو پہلی تصویر ہی کو ابھارنا اور نکھارنا چاہیے اسی سے سوڈان کا مستقبل تابناک اور روشن ہوگا۔ بصورت دیگر اس کے مستقبل کو تباہی سے کوئی نہیں بچا سکتا۔

ہر چیز کا ایک موسم ہوتا ہے بیج ڈالنے کا موسم، فصل کاٹنے کا موسم، پھلوں کا موسم، بچپن کا موسم، رمضان نیکیوں کا موسم، تقویٰ کا موسم، تعلق باللہ کا موسم، قرآن کا موسم، عرفان کا موسم، احسان کا موسم۔ موسم سال میں ایک بار آتا ہے رمضان بھی سال میں ایک ہی بار آتا ہے۔ یہ موسم بڑا خوبصورت، حسین اور دلکش ہوتا ہے۔ یہ نیکیوں کا عالمی موسم ہوتا ہے۔ شمال سے لے کر جنوب تک مغرب سے لے کر مشرق تک پورے کرۂ ارض پر ایک ہی سماں ہوتا ہے ایک ہی جیسا ماحول ہوتا ہے، سرکش سے سرکش انسان اور نافرمان اور گنہگار سے گنہگار آدمی بھی اپنی پیشانی خدائے ذوالجلال کے سامنے سر جھکا دیتا ہے امیر سے امیر انسان بھی اپنا ہاتھ پھیلا دیتا ہے کڑاکے کی سردی ہو یا شدت کی گرمی، بہار کا عالم ہو یا خزاں کا سناٹا۔ دنیا کے سبھی مسلمان امیر و غریب، بادشاہ فقیر، کالے گورے صبح صادق سے لے کر سورج ڈوبنے تک کھانے پینے، خواہشات نفس، بے حیائی اور برائی گوئی سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں کتنا ہوا

سے توبہ کرنے اور نیکیوں سے دامن بھرنے
میں ہمہ تن مشغول رہتے ہیں۔ حدیث میں بڑی خوبصورتی سے
اس طرح کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ ابو ہریرہؓ فرماتے
ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی
ہے کہ جب رمضان کی پہلی رات سایہ فگن ہوتی
ہے تو سرکش شیاطین اور نافرمان جنوں کو پابہ زنجیر
کر دیا جاتا ہے جہنم کے دروازے مقفل کر دیئے
جاتے ہیں اور کوئی دروازہ کھلا نہیں رہتا اور
جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں
اور کوئی دروازہ بند نہیں رہتا اور ایک اعلان
کرنے والا اعلان کرتا ہے اے نیکی اور خیر کے
طلب گار آگے بڑھو اور برائیوں کو چاہنے
والے رک جاؤ اور اللہ بہتوں کو آگ سے آزاد
کرتا ہے اور یہ ہر رات ہوتا ہے۔"

رمضان کا مہینہ خدا کی رحمتوں اور برکتوں
کا مہینہ ہے۔ اس کی بخششوں اور عنایتوں کا مہینہ
ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ بندہ اس کے قریب
آئے، اس سے مانگے، اس کے سامنے ہاتھ پھیلائے
اور اپنے تعلق کو اپنے مالک حقیقی سے جوڑ لے
وہ بندوں کو نوازتا ہے خوب خوب نوازتا ہے
اور عطا و بخشش کے بہانے تلاش کرتا ہے وہ
رمضان کے بارے میں فرماتا ہے "الصوم لی
وانا اجزی بہ" روزہ میرے لئے ہے اور اس
کا اجر میں دوں گا اور خدا جس کو جتنا چاہے
دے کوئی روک نہیں سکتا۔

روزہ انسان کے گناہوں کو مٹاتا ہے پاک
و صاف کرتا ہے پاکیزہ و طاہر بناتا ہے روح کو بالیدگی عطا
کرتا اور قوت پرواز سے نوازتا ہے رسول صلی
اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس شخص نے ایمان
کے ساتھ اجر آخرت کی نیت سے رمضان کے
روزے رکھے تو اللہ اس کے ان گناہوں کو معاف
کر دے گا جو پہلے ہو چکے ہیں اور جس شخص
نے ایمان کے ساتھ اجر آخرت کی نیت سے
تراویح پڑھی تو اللہ اس کے پہلے گناہوں کو
معاف کر دے گا۔

نیز ایک اور جگہ ارشاد فرمایا روزہ
شیطان اور شیطانی کاموں سے بچانے
والی ڈھال ہے اور جب تم میں سے کوئی
روزہ دار ہو تو زبان سے فحش بات نہ نکالے
اور نہ شور و ہنگامہ کرے اور اگر کوئی اس
سے گالم گلوچ کرے یا لڑائی پر آمادہ ہو تو
روزہ دار یہ سوچے کہ میں تو روزہ سے ہوں"

انسان اس دنیا میں ایک عظیم مقصد
لے کر آیا ہے۔ وہ نیکیوں کا علمبردار اور
بھلائیوں کا پیامبر ہے۔ حق و انصاف کا داعی
اور خیر کا رکھوالا ہے، شر و فساد ظلم و طغیان

برائی و نافرمانی انسان کے لئے مہلک چیزیں
ہیں۔ روزہ اس عظیم مقصد کے لئے انسان کو
تیار کرتا ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جس شخص نے روزہ رکھنے کے باوجود
جھوٹ بات کہنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو
اللہ کو اس کے بھوکا اور پیاسا رہنے سے
کوئی دلچسپی نہیں ہے" اور اللہ رب العزت نے
فرمایا "تم پر روزہ فرض کیا گیا جیسا کہ تم سے پہلی
امتوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تمہارے اندر تقویٰ
و للہیت کے جذبات پروان چڑھیں"

رحمتوں اور برکتوں کے ۳۰ ایام اپنی
تمام خوبیوں کے ساتھ ہم پر سایہ فگن ہونے
والے ہیں ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنی خالی جھولیوں
کو اس کی برکتوں سے بھر لیں اور اپنے تار
تار دامن کو رفو کر لیں۔

فارغ ہونے والے بھائیو

اور بہنو! آپ نے اپنی تعلیم مکمل کر لی اب
آپ فارغ ہو رہے ہیں جا رہے ہیں ایک نئی دنیا
میں قدم رکھ رہے ہیں دنیا۔ جو حق باطل کی رزم
گاہ اور خیر و شر کی آماجگاہ ہے جہاں ہر سال
ہزاروں افراد سیکڑوں مدرسوں سے فارغ ہو کر
جاتے ہیں اور گم ہو جاتے ہیں دنیا کی تہذیب و
تمدن میں کھو جاتے ہیں اور اپنا سب کچھ بھول جاتے
ہیں مجھے ڈر ہے کہیں آپ بھی کھو نہ جائیں خدا
آپ کی حفاظت کرے۔

عزیز بھائیو! آپ جانتے ہیں کہ جامعۃ
الفلاح عام مدرسوں کی طرح کوئی مدرسہ نہیں ہے
بلکہ یہ مدرسہ بھی ہے اور ادارہ بھی، درسگاہ بھی ہے
اور تحریک بھی۔ ایک عظیم مقصد اور بلند نصب
العین کے لئے قائم کیا گیا ہے لوگوں کے سامنے
حق کی گواہی دینا، حق و انصاف اور اقامت
دین کے لئے جد و جہد کرنا اور اس کے لئے افراد
تیار کرنا ہی اس کا بلند ترین مقصد ہے۔ اور
آپ اسی کے لئے تیار کئے گئے ہیں

دنیا بے چین ہے انسانیت کراہ رہی
ہے اور فرض آپ کو آواز دے رہا ہے۔ کیا آپ
اپنے فرض کو پورا کریں گے، اپنی ذمہ داریوں
کو نبھائیں گے؟ کیا جامعہ آپ سے یہ توقع کرنے
میں حق بجانب ہوگا؟

پیاری بہنو! علامہ اقبال نے ایک بار کہا تھا
"مرد کی تعلیم صرف ایک فرد واحد کی تعلیم ہے مگر
عورت کو تعلیم دینا تمام خاندان کو تعلیم دینا ہے۔ دنیا
میں کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی اگر اس کا آدھا حصہ
جاہل مطلق رہ جائے" اور جامعہ بجا طور پر آپ
سے امید رکھتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی رہیں گی معاشرے کی تعمیر
حقیقی میں اور فرض کی ادائیگی پر لگیں گی ہماری دعائیں
اور نیک تمنائیں آپ تمام کے ساتھ ہیں

[illegible]

بارگاہِ خداوندی سے

حافظ نعیم الدین اصلاحی

مطالعۂ قرآن

"إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ" (آیت ۲ انفال)

"بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ مضبوط کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔"

(مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کی کچھ صفات بیان کی ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

پہلی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ اہل ایمان کے سامنے جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مراد اللہ تعالیٰ کے صفات کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ کے صفات میں صفات جلالی بھی ہیں اور صفات جمالی بھی۔ آیت کا موقع و محل بتاتا ہے کہ یہاں صفات جمالی مراد ہیں کیونکہ پوری سورۃ الانفال میں بھی انعام و اکرام اور عطا و بخشش کا ذکر ہے اور بندوں پر جو کچھ بھی انعام و اکرام کی بارش ہوتی ہے وہ در اصل اللہ تعالیٰ کی صفات جمالی ہی کا مظہر ہوتی ہے۔ یہاں ایک سچے مخلص اور وفادار مومن کی یہ تصویر قرآن مجید کھینچ رہا ہے کہ جب بندہ مومن اپنے ارد گرد چاروں طرف نظر ڈالتا ہے۔ اور اپنے آپ کو رحمت خداوندی میں گھرا ہوا پاتا ہے تو اس کے دل میں یہ احساس ڈالتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ جیسے کو ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا، ایمان کی دولت بخشی، کفر و طاغوت سے نبرد آزمائی کا حوصلہ عطا کیا، اور اپنی خاص نصرت و تائید سے باطل کے مقابلہ میں غلبہ اور تمکین بخشا اور ایک وہ ہے کہ اس سے پوچھیے، اور تمہارا مہربان آقا کا شکر ہی ادا نہیں ہو پاتا جبکہ اس نے اسے ہدایت کی ہے اور اس حالت کو یاد کرو جب تم قلیل تھے، سرزمین میں کمزور شمار کیے جاتے تھے۔ اس اندیشے میں رہتے تھے کہ تم کو لوگ نوچ کھسوٹ لیں۔ سو ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں رہنے کی جگہ دی اور تم کو اپنی نصرت سے قوت دی اور تم کو نفیس نفیس چیزیں عطا فرمائیں تاکہ تم شکر کرو۔ (بیان القرآن سورۃ انفال ۲۶)

اور یہ بھی خوب معلوم ہے کہ ناشکری کی صورت میں نعمتیں چھن جاتی ہیں جیسا کہ ارشاد باری ہے

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ۝

اس قسم کے احسان، تشکر اور احسان شناسی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں، ان کا دل لرز جاتا ہے، وہ کانپ جاتا ہے، اور اپنے محسن آقا کے سامنے جھک جاتا ہے۔

دوسری صفت اس آیت میں یہ بیان کی گئی ہے کہ جب ایمان والوں کے سامنے اللہ کی آیات سنائی جاتی ہیں تو ان کا ایمان اور زیادہ بڑھ جاتا ہے اور وہ صرف اپنے رب پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔ یہاں آیات سے مراد آیات جہاد ہیں۔ منافقین جب آیات جہاد سنتے تو ان پر بے ہوشی طاری ہو جاتی جیسا کہ سورہ محمد آیت ۲۰ اور سورہ نساء آیت ۷۷ میں ہے۔

لیکن برخلاف اس کے جب مخلص مسلمانوں کے سامنے جہاد کی بات کہی جاتی تھی تو ان کا دل جذبہ جہاد اور شوق شہادت سے معمور ہو جاتا ہے۔ وہ مردانہ وار بے خوف و خطر اپنی بے سرو سامانی کے باوجود بڑے بڑے فرمانرواؤں اور بڑے لشکروں و حکومتوں کو خاطر میں نہیں لاتے۔ سورہ آل عمران میں اہل ایمان کا وصف بیان کیا گیا ہے۔

"وہ ایسے لوگ ہیں کہ جب لوگوں نے ان سے کہا کہ تمہارے مقابلہ کے لئے تو سب لوگ اکٹھے ہو گئے ہیں ان سے ڈرو تو یہ سن کر ان کا ایمان اور زیادہ بڑھ گیا اور وہ پکار اٹھے ہمارے لئے بس اللہ کافی ہے اور بہترین کارساز ہے۔"

سورۃ احزاب میں بھی اہل اسلام کی یہ تصویر کھینچی گئی ہے کہ جب انہوں نے دیکھا کہ دشمنان اسلام متحدہ محاذ بنا کر پورے ساز و سامان کے ساتھ میدان میں آ رہے ہیں اور حق کی آواز کو ہمیشہ کیلئے خاموش کر دینا چاہتے ہیں تو انہوں نے ایثار و قربانی، فدا کاری اور جاں نثاری اور سپردگی و وارفتگی کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہوئے اعلان کیا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ۝

جب ایمان والوں نے ان لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ وہی ہے جس کی ہم کو اللہ اور رسول نے خبر دی تھی اور اللہ اور رسول نے سچ فرمایا تھا۔ اور اس سے ان کے ایمان اور اطاعت میں اور ترقی ہو گئی۔ (احزاب ۲۲)

یہ وصف مسلمانوں میں کیوں پیدا ہوتا ہے آخر میں بتا دیا گیا کہ "وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ" وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کے اندر جب اپنے رب پر کامل اعتماد اور توکل کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے تو پھر دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت کو بھی ہیچ سمجھتا ہے اور بہانگ دہل یہ اعلان کرتا ہے۔

کیا ڈر ہے اگر ساری خدائی ہو مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے

مولانا ابوبکر اصلاحی
استاذ جامعہ

رمضان کی برکات

ماہ رمضان المبارک اپنی رحمتوں اور برکتوں کے ساتھ آ رہا ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو مزید ایک سال کی زندگی ملی اور انہیں اس کا موقع ملا کہ وہ رمضان المبارک کا استقبال کریں اور اسے خوش آمدید کہیں اور اس سے بھی زیادہ خوش بخت وہ بندگان خدا ہیں جو اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھائیں اور اپنی جیب و دامن نیکیوں اور بھلائیوں سے بھر لیں۔

رمضان المبارک کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں رحمت خداوندی پورے طور پر بندوں کی طرف متوجہ رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہر بندہ بھی اس کی نوازشات کا احساس کرے اور اپنے آپ کو ان کا مستحق بنائے:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل رمضان فتحت ابواب السماء وفی روایۃ فتحت ابواب الجنۃ وغلقت ابواب جہنم وسلسلت الشیاطین وفی روایۃ فتحت ابواب الرحمۃ۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطان قید کر دئے جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

رمضان کی آمد پر آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں تاکہ رحمتوں کا نزول ہو، فرشتے روزہ داروں کے لئے رحمت و برکت لے کر نازل ہوں، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہی ہے کہ جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے تاکہ نیکیوں کی راہ آسان ہو اور برائیوں کی راہ تنگ ہو۔ الغرض رحمتوں کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں تاکہ ہر طرف رحمت ہی کا سماں ہو۔ اور بندگان خدا ہر طرح سے اس سے مستفید ہوں۔

آگے آنے والی حدیث سے اندازہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ روزہ دار کو کتنا کچھ نوازنا چاہتا ہے۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل عمل ابن آدم یضاعف الحسنۃ بعشر امثالہا الی سبعمائۃ ضعف قال اللہ تعالی الا الصوم فانہ لی وانا اجزی بہ یدع شہوتہ وطعامہ من اجلی للصائم فرحتان فرحۃ عند فطرہ وفرحۃ عند لقاء ربہ ولخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک والصیام جنۃ واذا کان یوم صوم احدکم فلا یرفث ولا یصخب فان سابہ احد او قاتلہ فلیقل انی امرؤ صائم۔
(بخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انسان کا ہر عمل نیکی کو دس گنا سے کر سات سو گنا تک بڑھاتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مگر روزہ تو میرے لئے رکھتا ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ وہ اپنی خواہش نفس اور طعام کو میرے لئے چھوڑتا ہے روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوں گی، ایک خوشی تو اسے روزہ افطار کرتے وقت حاصل ہوتی ہے اور دوسری اپنے رب سے ملاقات کے وقت حاصل ہوگی، اور روزہ دار کے منہ کی مہک اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی مہک سے زیادہ خوشگوار معلوم ہوتی ہے، اور روزہ ڈھال ہے اور جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو وہ نہ فحش گوئی کرے اور نہ ہی شور و شغب کرے۔ تو اگر کوئی اس سے گالم گلوچ کرے یا اس سے جنگ کرے تو اسے بتا دینا چاہیے کہ میں روزہ رکھے ہوئے ہوں۔

اس حدیث شریف میں پہلی بات یہ بتائی گئی کہ مومن کی نیکیوں کا اجر دس گنا سے سات سو گنا تک ملے گا۔ مگر روزہ اس سے مستثنیٰ ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بندہ روزہ میرے لئے رکھتا ہے، میرے لئے اپنی خواہش اور کھانا پینا ترک کرتا ہے تو اس کا اجر بھی وہ تنہا دے گا۔ اللہ تعالیٰ کے پاس کمی کس چیز کی ہے وہ مومن سے خوش ہو کر جب دینے پر آئے تو کتنا دیگا اس کا اندازہ کون لگا سکتا ہے اس لیے مومن کو پورے شوق کے ساتھ روزہ رکھنا چاہیے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور ہر طرح کی نعمتوں کا مستحق ہو جائے۔

بعض لوگ وانا اجزی بہ کی قرات میں اختلاف کرتے ہیں اور انا اجزی بہ کے قائل ہیں جس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ اسکے بدلہ میں میں دیا جاؤں گا۔ یعنی اسکے معاوضہ

میں محبوب اللہ تعالیٰ مل جائے گا۔ اور جس بندہ مومن کو محبوب اللہ تعالیٰ مل جائے، اسے پھر کس چیز کی ضرورت باقی رہ جائیگی۔ جب اللہ تعالیٰ ہی مل جائیگا تو وہ اپنے بندے کو ہر طرح کی نعمتوں سے نوازے گا اور بندہ جو چاہے گا اسے مالک عطا فرمائیگا۔

۲۔ مومن کو روزہ رکھ کر دو خوشیاں حاصل ہوں گی۔ ایک تو اس وقت جبکہ دن بھر روزہ رکھ کر اور بھوکے پیاسے رہ کر غروب آفتاب کے وقت روزہ افطار کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہر طرح کی نعمتوں سے مستفید ہوگا۔ اور دوسرے اس وقت جبکہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوگی، بندہ روزہ رکھ کر اسکی خدمت میں حاضر ہوگا۔ مالک اس سے راضی ہوگا اور اپنی طرح طرح کی نعمتوں سے نوازے گا۔

۳۔ روزہ رکھنے اور کھانا پینا استعمال نہ کرنے کی وجہ سے منہ میں ایک طرح کی مہک پیدا ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندۂ مومن کا روزہ رکھنا اتنا زیادہ محبوب فعل ہے کہ روزہ رکھنے سے اس کے منہ میں پیدا ہونے والی مہک اسے مشک سے زیادہ خوشبودار معلوم ہوتی ہے۔

۴۔ روزہ ڈھال ہے یعنی جس طرح انسان ڈھال کے ذریعہ دشمن کے حملے سے اپنی حفاظت کرتا ہے اسی طرح روزہ انسان کو بہت ساری برائیوں سے بچاتا ہے اسی لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ جب تم میں سے کوئی شخص روزے سے ہو تو فحش گوئی، گالم گلوچ اور جھگڑا کرنے سے کنارہ کش رہنا چاہیئے اور اگر کوئی الجھے اور گالم گلوچ پر اتر آئے یا مارپیٹ پر آمادہ ہو جائے تو روزہ دار کو چاہئے کہ وہ واضح کر دے کہ میں روزہ سے ہوں اور پھر خواہ کوئی کتنا ہی الجھا کرے وہ الجھے نہیں اور کنارہ کش ہی رہے۔

عن سلمان الفارسي قال خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم في آخر يوم من شعبان فقال يا أيها الناس قد أظلكم شهر عظيم شهر مبارك شهر فيه ليلة خير من ألف شهر جعل الله صيامه فريضة وقيام ليله تطوعا من تقرب فيه بخصلة من الخير كان كمن أدى فريضة فيما سواه ومن أدى فريضة فيه كان كمن أدى سبعين فريضة فيما سواه وهو شهر الصبر والصبر ثوابه الجنة وشهر المواساة وشهر يزاد فيه رزق المؤمن من فطر فيه صائما كان له مغفرة لذنوبه وعتق رقبته من النار وكان له مثل أجره من غير أن ينتقص من أجره شيء قلنا يا رسول الله ليس كلنا نجد ما نفطر به الصائم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم يعطي الله هذا الثواب من فطر صائما على مذقة

لبن أو تمرة أو شربة من ماء ومن أشبع صائما سقاه الله من حوضي شربة لا يظمأ حتى يدخل الجنة وهو شهر أوله رحمة وأوسطه مغفرة وآخره عتق من النار ومن خفف عن مملوكه فيه غفر الله له وأعتقه من النار۔

(بیہقی)

حضرت سلمان فارسی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دن خطبہ دیا تو ارشاد فرمایا کہ لوگو! تم پر ایک اہم مہینہ سایہ فگن ہے جو بڑا ہی مبارک مہینہ ہے جس میں ایک رات ایسی ہے جو ایک ہزار رات سے بہتر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے دن میں روزہ فرض قرار دیا ہے اور رات میں نماز پڑھنا نفل ہے جس شخص نے اس مہینے میں کوئی کار خیر انجام دیا تو وہ اس شخص جیسا ہوگا جس نے اس کے علاوہ کسی مہینے میں کوئی فرض ادا کیا ہو اور جس نے اس مہینے میں کوئی فرض ادا کیا ہو وہ اس شخص جیسا اجر پائے گا جس نے اس کے علاوہ مہینے میں ستر فرض ادا کیا ہو۔ یہ مہینہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے اور یہ ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کا مہینہ ہے۔ اور ایسا مہینہ ہے جس میں مومن کے رزق میں اضافہ کر دیا جاتا ہے جس شخص نے اس مہینے میں کسی روزہ دار کو افطار کرایا تو یہ اس کے گناہوں کی بخشش اور جہنم سے اسکی رہائی کا سبب بنے گا اور اسے روزہ رکھنے والے جیسا اجر ملیگا بغیر اس کے کہ روزہ رکھنے والے کے اجر میں کچھ کمی کی جائے۔ ہم نے کہا اے اللہ کے رسول! ہم میں سے ہر شخص روزہ دار کو افطار کرانے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دیگا جو کسی روزہ دار کو ایک گھونٹ دودھ یا ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے افطار کرائے گا اور جس نے کسی روزہ دار کو آسودہ کیا اسے اللہ تعالیٰ میرے حوض سے اس طرح پلائیگا کہ وہ جنت میں داخل ہونے تک پیاسا نہیں ہوگا اور یہ ایسا مہینہ ہے جسکا ابتدائی حصہ رحمت ہے اور درمیانی حصہ بخشش اور آخری حصہ جہنم سے رہائی کا ذریعہ ہے۔ اور جس شخص نے اس مہینے میں اپنے غلام سے بار ہلکا کیا اللہ تعالیٰ اسکی مغفرت فرمائے گا اور اسے جہنم سے رہائی دیگا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مبارک خطبہ رمضان المبارک کی اہمیت اسکی برکت اور اجر و ثواب پر تفصیلی روشنی ڈال رہا ہے جسکی تھوڑی سی وضاحت بیان کی جا رہی ہے

رمضان کے مہینے کی اہمیت و برکت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ اس مہینے میں ایک ایسی رات ہے جسے لیلۃ القدر کے نام سے

معلوم کیا جاتا ہے جسمیں عبادات کا اجر و ثواب ہزار مہینوں کی راتوں کے اجر و ثواب سے بڑھ کر ہے ہزار مہینے تیں ۸۳ سال چار مہینے بنتے ہیں گویا اس ایک رات کی عبادات اور اسکا اجر و ثواب پوری انسانی زندگی سے بڑھ کر ہے ایسے کہ ۸۳ سال کی عمر کو پہنچتے پہنچتے عمر کا اکثر حصہ معطل ہو جاتا ہے، قوی جواب دے چکے ہوتے ہیں اور انسان لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا، یعنی علم کے بعد عدم علم کی منزل میں داخل ہو جاتا ہے اور کسی مصرف کا نہیں رہ جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے رمضان کا مہینہ اور اسمیں شب قدر کو ہمارے لئے فراہم کرکے ہم پر بہت بڑا فضل فرمایا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہی ہے کہ رمضان میں ادا کیجانیوالی نفل کا ثواب فرض کے برابر رکھا ہے اور فرض کا ثواب دوسرے مہینے میں ادا کئے جانے والے ستر فرضوں کے برابر رکھا ہے۔ اس مہینے میں صبر کی مشق ہوتی ہے اور صبر کا اجر جنت ہے۔ یہ مہینہ باہم ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی و غمخواری کا مہینہ ہے اس مہینے میں مومن کے رزق میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔

اس مہینے کی یہ بھی ایک بہت بڑی برکت ہے کہ روزہ دار کو افطار کرانے سے گناہوں کی بخشش اور جہنم سے رہائی کا پروانہ مل جاتا اور روزہ دار کے اجر میں کچھ کمی کئے بغیر افطار کرنیوالے کو بھی روزہ دار کے برابر ہی اجر مل جاتا ہے۔ صحابہ کرام میں بہت سے حضرات تنگ حال تھے، انھوں نے سوچا کہ ہم تو اس اجر و ثواب سے محروم رہ جائیں گے، اس لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ مسئلہ رکھا کہ ہم میں سے ہر شخص تو روزہ دار کو افطار کرانے کی استطاعت نہیں رکھتا تو پھر وہ اس اجر و ثواب سے محروم رہ جائیگا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ اجر و ثواب اس شخص کو بھی دیگا جو کسی روزہ دار کو ایک گھونٹ دودھ یا ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے افطار کرائیگا۔ اسطرح آپ نے حقیقت واضح فرمادی کہ ہر ایک کو یہ موقع حاصل ہے۔

روزے کی چند برکتیں اور ملاحظہ فرماتے چلئے جو شخص کسی روزہ دار کو کھلا پلا کر سیر کریگا کہ جنت میں داخل ہونے تک اسے پیاس سے دوچار ہونا نہیں پڑیگا۔ یہ ایسا مہینہ کہ اس کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت و برکت اور اسکے وسط میں اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کے آخر میں جہنم سے رہائی کا پروانہ مل جائیگا اور اسی کے وسط میں مغفرت اور جہنم سے رہائی حاصل ہوگی جو اپنے غلام اور ماتحت کے ساتھ نرمی اور تخفیف کا برتاؤ کریگا۔

مزید برکات معلوم کرنا چاہیں تو اس حدیث شریف کو پڑھئے جسے بخاری اور مسلم دونوں ہی نے نقل کیا ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

(بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے رمضان کا روزہ ایمان کی حالت میں ثواب کے خیال سے رکھا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دئے جائیں گے اور جس شخص نے رمضان میں ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے نماز پڑھی اسکے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے اور جس شخص نے ایمان کی حالت میں ثواب کے ارادے سے شب قدر میں نماز پڑھی اسکے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

یہ ہے رمضان کی برکت کہ اس میں روزہ رکھنے عام طور پر رمضان میں اور خاص طور پر شب قدر میں نماز پڑھنے سے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اور ایک حدیث شریف پڑھئے جسکے معانی پر مہر تصدیق ثبت کر دیتی ہے

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُغْفَرُ لِاُمَّتِهٖ فِيْ اٰخِرِ لَيْلَةٍ فِيْ رَمَضَانَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَهِيَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ قَالَ لَا وَلٰكِنَّ الْعَامِلَ اِنَّمَا يُوَفّٰى اَجْرَهٗ اِذَا قَضٰى عَمَلَهٗ

(احمد)

حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کی آخری رات میں آپکی امت کی بخشش ہو جاتی ہے آپ سے دریافت کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول کیا وہ شب قدر ہوگی۔ آپ نے فرمایا نہیں، بلکہ کام کرنے والا جب اپنے کام کو پورا کر لیتا ہے تو اسے اسکا پورا پورا اجر دیدیا جاتا ہے۔

ان سب احادیث سے رمضان اور روزہ کی برکات کا اندازہ آپ نے لگا لیا۔ مگر یہ ساری برکات اسی وقت حاصل ہوں گی جبکہ صیام و قیام کی ادائیگی اسکے پورے آداب کے ساتھ ہو اور ممنوعات سے پورے طور پر احتراز کیا جائے، جسکی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو رمضان کی آمد سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں اور جو مہلت حاصل ہے اسے کام میں لائیں اور رمضان کی برکتوں سے پورے طور سے مستفید ہوں۔

محمد طاہر مدنی خادم جامعۃ الفلاح

عقیدۂ ظہور مہدی اور اسکے بارے میں شبہات

عقیدۂ ظہور مہدی

قیامت کے وقوع ہونے کے وقت کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے لیکن قرآن مجید اور احادیث میں علامات قیامت مذکور ہیں۔ انہیں علامات میں ایک علامت امام مہدی کا ظہور ہے۔ بکثرت احادیث سے یہ امر ثابت ہے کہ امام مہدی کا ظہور آخری زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے قبل ہوگا۔ آپ کا نام محمد بن عبد اللہ ہوگا، حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسل سے ہوں گے۔ دنیا سے ظلم وعدوان کا خاتمہ کر کے عدل وانصاف قائم کریں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ امت مسلمہ کی اصلاح کرے گا اور پوری امت آپ کی قیادت کے تحت متحد ہو جائے گی۔ آپ کے اخلاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ سے مشابہ ہوں گے۔ ذیل میں چند احادیث بطور مثال ذکر کی جاتی ہیں

۱۔ عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المہدی منا اہل البیت یصلحہ اللہ فی لیلۃ۔ (مسند احمد بن حنبل)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مہدی اہلبیت میں سے ہوں گے اللہ تعالیٰ انہیں ایک ہی شب میں (دعوت و سلطنت کیلئے) تیار کر دے گا۔

۲۔ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لو لم یبق من الدنیا الا یوم لطول اللہ ذلک الیوم حتی یبعث فیہ رجل منی او من اہل بیتی یواطئ اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی، یملأ الارض قسطاً و عدلاً کما ملئت ظلماً وجوراً (ابوداؤد کتاب المہدی)

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دنیا کا صرف ایک ہی دن باقی رہ

تو وہ دراز کر دیا جائے گا یہاں تک کہ اہلبیت میں سے ایک شخص بھیجا جائے گا جس کا نام میرے نام کے اور جس کے والد کا نام میرے والد کے نام کے مطابق ہوگا۔ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوئی ہوگی۔

۳۔ عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المہدی منی اجلی الجبہۃ اقنی الانف یملأ الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت جوراً وظلماً یملک سبع سنین۔ (ابوداؤد کتاب المہدی)

ابو سعید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مہدی مجھ سے ہوں گے، روشن پیشانی، اونچی ناک والے، زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی سات سال حکمرانی کریں گے۔

۴۔ عن ام سلمۃ قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول المہدی من عترتی من ولد فاطمۃ۔ (ابوداؤد کتاب المہدی)

ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہدی میرے خاندان، اولاد فاطمہ میں سے ہوں گے

احادیث ظہور مہدی کی صحت

کتب احادیث میں امام مہدی کے ظہور کے بارے میں جو روایات ملتی ہیں، اگرچہ ان میں کچھ ضعیف ہیں تاہم کثیر مقدار میں انتہائی مستند اور صحیح روایات ہیں۔ ان روایات کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ متعدد محدثین نے ان کو معنی متواتر کہا ہے:

ابو الحسین محمد بن الحسین الابری کا بیان ہے:

وقد تواترت الاخبار واستفاضت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذکر المہدی وانہ من اہل بیتہ وانہ یملک سبع سنین وانہ یملأ الارض عدلاً، وان عیسیٰ یخرج فیساعدہ علی قتل الدجال، وانہ یؤم ہذہ الامۃ ویصلی عیسیٰ خلفہ۔

(المنار المنیف فی الصحیح والضعیف ص۱۴۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث مہدی کے بارے میں متواتر و مشہور ہیں اور ان بارے میں ہے کہ وہ اہلبیت میں سے ہوں گے سات سال حکمرانی کریں گے، زمین کو عدل سے بھر دیں گے عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے اور دجال کے قتل میں ان کی مدد کریں گے، اور وہ اس امت کی امامت کریں گے۔

عیسیٰ علیہ السلام ان کی اقتدا میں نماز ادا کریں گے۔
البیہقی کہتے ہیں:

"والاحادیث علی خروج المہدی اصح اسنادا منها، منها فی الصحیح والضعیف (ص ۴۳)"

احادیث خروج مہدی کے بارے میں سند کے اعتبار سے صحیح ترین ہیں۔

محمد السفارینی نے اس سلسلے میں تصریح کی ہے:

"وقد کثرت بخروجه یعنی المہدی الروایات حتی بلغت حد التواتر المعنوی وشاع ذلک بین علماء السنة حتی عد من معتقداتهم (عقیدۃ اہل السنۃ والاثر فی المہدی المنتظر ص ۷)"

خروج مہدی کے بارے میں احادیث اتنی زیادہ ہیں کہ وہ تواتر معنوی کی حد تک جا پہنچی ہیں اور یہ بات علماء سنت کے نزدیک معروف ہے اور اس کا شمار ان کے عقائد میں ہوتا ہے۔

محمد بن علی الشوکانی اپنی کتاب "التوضیح فی تواتر ما جاء فی المہدی المنتظر والدجال والمسیح" میں لکھتے ہیں:

"والاحادیث الواردۃ فی المہدی التی امکن الوقوف علیها منها خمسون حدیثا فیها الصحیح والحسن والضعیف المنجبر وهی متواترۃ بلا شک ولا شبهة بل یصدق وصف المتواتر علی ما هو دونها فی جمیع الاصطلاحات المحررۃ فی الاصول واما الآثار من الصحابة المصرحة بالمہدی فهی کثیرۃ جدا لها حکم الرفع اذ لا مجال للاجتهاد فی مثل ذلک ـــ (نقلا من عقیدۃ اہل السنۃ والاثر فی المہدی المنتظر ص ۷)"

"مہدی کے سلسلے میں جتنی روایات مل سکی ہیں ان کی تعداد پچاس ہے، جس میں صحیح حسن اور ضعیف منجبر روایات ہیں، یہ روایات بلا شک و شبہ متواتر ہیں بلکہ ان سے کم درجہ کی احادیث پر مدون اصطلاحات کی روشنی میں متواتر کی صفت کا اطلاق صحیح ہوتا ہے۔ اور صحابہ کرام سے اس سلسلے میں جو آثار مروی ہیں وہ انتہائی زیادہ ہیں اور یہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہیں کیونکہ ایسے مسائل میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ ان احادیث کی صحت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ان الاحادیث التی یحتج بها علی خروج المہدی احادیث صحیحة رواها ابو داؤد والترمذی واحمد وغیرهم من حدیث ابن مسعود وغیرہ" (۱)

"وہ احادیث جن سے خروج مہدی پر استدلال کیا جاتا ہے، صحیح احادیث ہیں، جنکو ابو داؤد ترمذی احمد اور دیگر محدثین نے عبداللہ بن مسعود اور دیگر صحابہ کرام سے روایت کیا ہے۔"

ان بیانات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ظہور مہدی کے بارے میں احادیث انتہائی مستند اور صحیح ترین ہیں، یہی وجہ ہے کہ علماء اہل سنت والجماعت کے درمیان مہدی کا ظہور ایک امر مسلم کی حیثیت سے معروف رہا ہے اور تمام مسلمانوں کا یہ جازم عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق امام مہدی کا ظہور آخری زمانے میں ہوگا۔

ازالۂ شبہات جمہور علماء اہل سنت والجماعت کے طرز عمل کے برخلاف عصر حاضر کے بعض علماء نے ان احادیث کی صحت کا انکار کیا ہے اور مختلف شکوک و شبہات کا اظہار کرتے ہوئے ظہور مہدی کو امر مستبعد قرار دیا ہے۔ ذیل میں ہم چند شبہات کی مدلل تردید کی کوشش کریں گے۔

پہلا شبہ اس سلسلے میں اس گروہ کی جانب سے پہلا شبہ یہ پیش کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں ظہور مہدی کا ذکر نہیں ہے۔ اگر یہ کوئی اہم چیز ہوتی تو قرآن مجید کیونکر خاموش رہتا؟

جواب: اصولی طور سے یہ بات بالکل غلط ہے دین کے مستقل دو ماخذ ہیں قرآن مجید اور سنت رسول کسی چیز کے بارے میں یہ کہنا کہ چونکہ وہ محض سنت رسول سے ثابت ہے اس لیے ناقابل تسلیم ہے بڑی گمراہ کن بات ہے۔ یہی وہ ابتدا ہے جس کی انتہاء انکار حجیت حدیث ہے۔ قرآن مجید تو خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت کی تعیین و توضیح کرتے ہوئے کہتا ہے:

وما آتاکم الرسول فخذوه وما نهاکم عنه فانتهوا واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب۔ (الحشر ۷)

جو کچھ رسول تمہیں دے اسے لے لو اور جس چیز سے تم کو روک دے اس سے رک جاؤ اللہ سے ڈرو اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

---

(۱) منہاج السنۃ ۴/۲۱۱، الفتن والمہدی واشراط الساعۃ للغماری

اگرچہ یہ ارشاد بنی نضیر کے اموال کی تقسیم کے سلسلے میں نازل ہوا تھا مگر حکم کے الفاظ عام ہیں، اس لیے اس کا منشا یہ ہے کہ تمام معاملات میں مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں۔ (۲)

دوسرا شبہ

دوسرا شبہ یہ پیش کیا جاتا ہے کہ امام بخاری و امام مسلم نے ان احادیث کی تخریج نہیں کی ہے لہٰذا یہ قابل استدلال نہیں۔

جواب: یہ اعتراض اسی وقت وارد ہو سکتا ہے جبکہ یہ تسلیم کر لیا جائے کہ بخاری و مسلم نے جملہ صحیح احادیث کا استیعاب کر لیا ہے لیکن امر واقعہ اس کے برخلاف ہے۔ ان ائمہ نے اس بات کا التزام تو کیا ہے کہ اپنی کتابوں میں صرف وہی احادیث درج کریں جو ان کے نزدیک صحیح ہوں مگر جملہ احادیث صحیحہ کے استیعاب کی کوشش نہیں کی ہے۔

ابو عمرو ابن الصلاح اپنی مشہور تصنیف "مقدمہ ابن الصلاح" میں لکھتے ہیں:

"لم یستوعبا، یعنی البخاری ومسلم، الصحیح فی صحیحیہما ولا التزما ذلک فقد روینا عن البخاری انہ قال: ما ادخلت فی کتابی الجامع الا ما صح وترکت من الصحاح لحال الطول، وروینا عن مسلم انہ قال: لیس کل شیء عندی صحیح وضعتہ ہاہنا، یعنی فی کتابہ الصحیح"

"بخاری و مسلم نے اپنی کتابوں میں نہ تو صحیح احادیث کا احاطہ کیا ہے اور نہ ہی اس کا التزام کیا ہے۔ چنانچہ بخاری سے ہمیں روایت ملی ہے کہ انھوں نے کہا: "میں نے اپنی کتاب میں صحیح احادیث ہی کو داخل کیا ہے اور بہت سی صحیح روایات کو طوالت کی وجہ سے ترک کر دیا ہے"، اور مسلم سے ہمیں یہ روایت ملی ہے کہ انھوں نے کہا: "میں نے ان تمام احادیث کو اپنی کتاب میں درج نہیں کر دیا ہے جو میرے نزدیک صحیح ہیں۔"

حافظ ابن کثیر اصول حدیث کی کتاب "اختصار علوم الحدیث" میں لکھتے ہیں:

"ثم ان البخاری ومسلما لم یلتزما باخراج جمیع ما یحکم بصحتہ من الاحادیث فانہما قد صححا احادیث لیست فی کتابیہما کما ینقل الترمذی وغیرہ عن البخاری تصحیح احادیث لیست عندہ بل فی السنن وغیرہا" (۳)

"بخاری و مسلم نے جملہ صحیح احادیث کی تخریج کا التزام نہیں کیا ہے۔ چنانچہ انہوں

(۲) [illegible] ص ۹۱۔
(۳) الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث [illegible] احمد محمد شاکر ص ۲۵۔

نے ایسی متعدد احادیث کو صحیح قرار دیا ہے جو ان کی کتابوں میں نہیں ہیں جیسا کہ ترمذی وغیرہ بخاری سے ایسی احادیث کی تصحیح نقل کرتے ہیں جو ان کی کتاب میں موجود نہیں ہیں، بلکہ سنن وغیرہ میں ہیں۔"

حافظ ابن حجر مقدمہ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

"وروی الاسماعیلی عن البخاری قال: لم اخرج فی ہذا الکتاب الا صحیحا وما ترکت من الصحیح اکثر" (۴)

اسماعیلی نے بخاری سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: "میں نے اس کتاب میں صرف صحیح حدیث ہی کی تخریج کی ہے اور جن صحیح احادیث کو ترک کر دیا ہے وہ زیادہ ہیں۔"

امام نووی مقدمہ شرح مسلم میں رقم طراز ہیں:

"فانہما لم یلتزما استیعاب الصحیح بل صح عنہما تصریحہما بانہما لم یستوعباہ وانما قصدا جمع جمل من الصحیح کما یقصد المصنف فی الفقہ جمع جمل من مسائلہ لا انہ یحصر جمیع مسائلہ" (۵)

"بخاری و مسلم نے صحیح احادیث کے استیعاب کا التزام نہیں کیا ہے انہوں نے صراحت کی ہے کہ صحیح احادیث کا احاطہ انہوں نے نہیں کیا۔ انہوں نے تو محض منتخب صحیح احادیث جمع کی ہیں جس طرح فقہ کے موضوع پر لکھنے والا منتخب فقہی مسائل یکجا کرتا ہے نہ کہ جملہ مسائل فقہیہ کا استیعاب کرتا ہے۔"

ان تصریحات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کسی حدیث کا صحیحین میں نہ ہونا اس کے ضعف کی دلیل نہیں ہے، بلکہ جس طرح صحیح احادیث ان دونوں کتابوں میں ہیں اسی طرح احادیث کی دیگر کتابوں: مثلاً موطا امام مالک، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم، جامع الترمذی، سنن ابی داؤد، مسند احمد بن حنبل، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں بکثرت صحیح احادیث موجود ہیں۔

اس لیے صحیح طرز عمل یہ ہے کہ ہر صحیح حدیث پر عمل کیا جائے خواہ وہ صحیحین میں ہو یا کسی اور مجموعہ احادیث میں۔

علاوہ ازیں اگرچہ صحیحین میں لفظ "مہدی" کی صراحت کے ساتھ کوئی حدیث موجود نہیں ہے تاہم بعض احادیث ایسی ہیں جو مہدی کی

(۴) مقدمہ فتح الباری ص ۷۔ (۵) مقدمہ شرح مسلم ص ۲۴۔

کے خروج کی طرف اشارہ کرتی ہیں اور "والسنۃ یفسر بعضہا بعضاً" کے اصول کے پیش نظر دیگر روایات کی روشنی میں ان کا عمل امام مہدی ہی معلوم ہوتے ہیں۔

۱۔ روی البخاری عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم (۱) بخاری ومسلم

بخاری نے حضرت ابوہریرہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا حال ہوگا تمہارا جب ابن مریم تمہارے درمیان نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا۔"

۲۔ روی مسلم فی صحیحہ عن جابر رضی اللہ عنہ انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول: لا تزال طائفۃ من امتی یقاتلون علی الحق ظاہرین الی یوم القیامۃ، قال فینزل عیسی بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم فیقول امیرھم تعال صل لنا، فیقول لا، ان بعضکم علی بعض امراء تکرمۃ اللہ علی ھذہ الامۃ (۲)

مسلم نے اپنی صحیح میں جابر کی روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا "میری امت کا ایک گروہ برابر حق پر قائم اور اس کے لئے جہاد کرتا ہوا رہے گا قیامت تک۔ فرمایا، پھر عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے، مسلمانوں کے امیر کہیں گے آیئے امامت کیجئے، تو وہ کہیں گے نہیں تمہارا امیر تم میں سے ہوگا۔ اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ تکریم ہے"

ان دونوں حدیثوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اسوقت امت کی قیادت ایک صالح شخص کے پاس ہوگی دیگر روایات جو ان حدیثوں کی توضیح کرتی ہیں ان کی روشنی میں یہ مومن صالح محمد بن عبداللہ المہدی ہوں گے۔

۳۔ تیسرا شبہ

ایک شبہ یہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ ظہور مہدی سے متعلق احادیث متعارض ومتناقض ہیں لہذا ساقط الاعتبار ہیں۔

جواب:۔ اس سلسلے میں یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ احادیث ظہور مہدی صحیح حسن اور ضعیف ہر طرح کی ہیں ان میں جو

(۱) مسلم کتاب الایمان باب نزول عیسیٰ ص ۸۷

ضعیف احادیث ہیں انہیں محدثین نے ممیز کر دیا ہے ظاہر ہے ضعیف روایات کے ذریعہ صحیح روایات کا تعارض نہیں کیا جا سکتا اور اس موضوع سے متعلق جو صحیح احادیث ہیں وہ باہم متحد و متجانس ہیں اور ان کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے۔

۴۔ چوتھا شبہ

اس سلسلے میں بغرض استدلال سنن ابن ماجہ کی درج ذیل حدیث بھی پیش کی جاتی ہے۔

عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ولا یزداد الامر الا شدۃ ولا الدنیا الا ادبارا ولا الناس الا شحا ولا تقوم الساعۃ الا علی شرار الناس ولا مہدی الا عیسی بن مریم۔ (۱)

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معاملہ کی سختی بڑھتی جائے گی دنیا پستی کی جانب گرتی جائے گی، لوگوں کے بخل میں اضافہ ہوتا رہے گا اور قیامت صرف برے لوگوں ہی پر واقع ہوگی اور مہدی صرف عیسیٰ بن مریم ہیں۔

حدیث کے آخری فقرے سے استدلال کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ عیسیٰ بن مریم کے علاوہ کوئی اور مہدی نہیں ہو سکتا۔

جواب:۔ اولاً یہ حدیث متکلم فیہ ہے۔ امام ابن القیم "المنار المنیف" میں اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"فاما حدیث "لا مہدی الا عیسی بن مریم" فرواہ ابن ماجہ فی سننہ عن یونس بن عبد الاعلی عن الشافعی عن محمد بن خالد الجندی عن ابان بن صالح عن الحسن عن انس بن مالک عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، وھو مما تفرد بہ محمد بن خالد قال ابو الحسین محمد بن الحسین الآبری فی کتاب "مناقب الشافعی" محمد بن خالد ھذا غیر معروف عند اہل الصناعۃ من اہل العلم والنقل ....

وقال البیہقی: تفرد بہ محمد بن خالد ھذا وقد قال الحاکم ابو عبد اللہ: ھو مجہول (۱)

"حدیث "لا مہدی الا عیسی بن مریم" کی روایت ابن ماجہ نے سنن میں اپنی سند سے کیا ہے جس میں محمد بن خالد منفرد ہیں۔ ابو الحسین آبری ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ ماہرین فن اہل علم کے نزدیک غیر معروف ہیں.........

بیہقی کا بیان ہے کہ اس سند میں محمد بن خالد منفرد ہیں اور حاکم نے انہیں مجہول کہا ہے۔

(۱) ابن ماجہ کتاب الفتن باب شدۃ الزمان۔

(۱) المنار المنیف ص ۱۲۹-۱۳۰

ثالثاً: اگر اس حدیث کی صحت کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو خروج مہدی کے بارے میں دیگر روایات کو سامنے رکھتے ہوئے اس کا مفہوم یہ ہوگا "لا المہدی کاملا معصوما الا عیسی بن مریم" یعنی مہدی معصوم صرف حضرت عیسیٰ ہی ہوں گے۔ ظاہر ہے امام محمد بن عبداللہ المہدی معصوم تو ہوں گے نہیں، عصمت انبیائے کرام کا خاصہ ہے۔

۵۔ پانچواں شبہ:۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابن خلدون نے "مقدمہ" میں احادیث مہدی کی تحقیق کی ہے اور انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔

جواب:۔ اولاً ابن خلدون نے اس موضوع سے متعلق جملہ احادیث کا احاطہ نہیں کیا ہے اور جن کا ذکر کیا ہے ان تمام کو ضعیف بھی نہیں قرار دیا۔ بلکہ بعض کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔ جیسا کہ ان کی درج ذیل عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔

"فہذہ جملۃ الاحادیث التی خرجہا الائمۃ فی شان المہدی وخروجہ آخر الزمان وہی کما رأیت لم یخلص منہا من النقد الا القلیل والاقل منہ" (۲)

در یہ چند احادیث ہیں آخری زمانے میں مہدی کے خروج کے بارے میں جنکی ائمہ نے تخریج کی ہے۔ اور ان میں سے نقد سے بہت ہی کم محفوظ ہیں۔

ثانیاً: ابن خلدون کی حیثیت ایک بلند پایہ مورخ کی ہے محدث کی نہیں ہے، شیخ عبدالمحسن بن حمد بن العباد لکھتے ہیں:

"ابن خلدون ایک مورخ ہیں، محدث نہیں، لہٰذا تصحیح و تضعیف حدیث کے بارے میں ان کی رائے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا"

ظاہر ہے ہر فن کے ماہرین جدا ہوتے ہیں اور علمی مسائل میں متعلق فن کے ماہرین ہی سے رجوع کیا جانا چاہیے۔ خود ابن خلدون کے معاصر چوٹی کے محدثین کرام ذہبی۔ ابن تیمیہ، ابن القیم۔ ابن کثیر اور ابن حجر العسقلانی نے ان احادیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

۶۔ چھٹا شبہ:۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ظہور مہدی کا عقیدہ اصلاً شیعوں کا وضع کردہ ہے اور مجالست و اختلاط کے سبب اہلسنت والجماعت کی طرف منتقل ہو گیا ہے

جواب:۔ ظہور مہدی کے بارے میں

جمہور علماء امت اور شیعوں کے مابین بہت نمایاں فرق ہے۔ جمہور علماء امت تو صحیح احادیث کی روشنی میں اس بات کے قائل ہیں کہ آخری زمانے میں محمد بن عبداللہ المہدی کا خروج ہوگا اور وہ ان صفات سے متصف ہوں گے جن کا ذکر اوپر آیا ہے۔

لیکن شیعوں کا عقیدہ اس بارے میں کچھ اور ہے۔ ان کے زعم کے مطابق ان کے بارہویں معصوم امام محمد بن الحسن العسکری عہد طفولت ہی میں سامرا کے سرداب میں مخفی ہو گئے ہیں۔ بعد میں ان کا ظہور ہوگا چنانچہ وہ لوگ باقاعدہ مقام مذکور پر پہرہ دے رہے ہیں اور ان کے خروج کے منتظر ہیں۔

ان دونوں باتوں میں جو فرق ہے اسے سمجھنے کیلئے زیادہ غور و فکر کی ضرورت نہیں ہے۔ جمہور علماء امت کا عقیدہ ایک روشن عقیدہ ہے جس کی پشت پر بکثرت احادیث ہیں اس کے برخلاف شیعوں کا عقیدہ خود ساختہ ہے اور سراسر خرافات سے عبارت ہے۔

ساتواں شبہ:۔ ایک بات یہ بھی کہی جاتی ہے کہ اگر یہ مسئلہ مسلمانوں کے عقائد میں داخل ہوتا تو عقائد کی کتابیں اس کے ذکر سے خالی نہ ہوتیں۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مسئلہ کوئی اہم نہیں ہے جس پر کچھ نتائج مرتب ہوتے ہوں۔

جواب:۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ عقائد کی کتابوں میں بصراحت اعتقاد کے ضمن میں ظہور مہدی کا تذکرہ نہیں ہے تاہم یہ تصریح ہر جگہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پر ایمان لانے کا لازمی تقاضہ یہ ہے کہ ان تمام احادیث کی تصدیق کی جائے جو آپ سے ثابت ہیں۔ ظاہر ہے ظہور مہدی ایک پیشین گوئی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے۔ لہٰذا ان احادیث کے مقتضی کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے۔

علاوہ ازیں خود بعض علماء نے اپنی عقائد کی کتابوں میں اس امر کی صراحت بھی کی ہے۔

"وقد قال السفارینی فی عقیدتہ: فالایمان بخروج المہدی واجب کما ہو مقرر عند اہل العلم ومدون فی عقائد اہل السنۃ والجماعۃ" (۱)

"السفارینی نے اپنی عقائد کی کتاب میں

تقریباً متفق علیہ ہے کہ خروج مہدی پر ایمان لانا واجب ہے۔ جیسا کہ یہ اہل علم کے نزدیک ثابت ہے اور اہلسنت والجماعت کے عقائد میں مدون ہے۔

آخری بات اور آخر میں اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ امام مہدی کے ظہور پر ایمان لانے کا یہ مطلب ہرگز ہرگز نہیں ہے کہ امت ان پر تکیہ کرتے ہوئے اپنے نصب العین اور فرض منصبی "اعلائے کلمۃ اللہ" سے پہلوتہی اختیار کر لے کہ اس کام کے لیے تو اللہ تعالیٰ بطور خاص امام مہدی کو بھیجنے والا ہے۔ ابنا ہمیں اس سلسلے میں کچھ نہیں کرنا ہے۔

یہ کھلا ہوا فریب نفس ہے۔ امام مہدی جب آئیں گے اپنا فرض ادا کریں گے اور افراد امت کو ہر زمانے میں اپنا فرض ادا کرنا ہے۔ عصر حاضر کے ممتاز عالم دین مولانا صدر الدین صاحب اصلاحی اپنی شاہکار تصنیف "فریضۂ اقامت دین" میں اس مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"جب یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ اقامت دین ہی ہر مسلمان کی زندگی کا منتہا مقصد ہے، جب اس فریضے کی خاطر جد وجہد کرنا ہی اس کے ایمان کی کسوٹی ہے، جب مومن کا اصل مزاج ہی یہ بتایا گیا ہے کہ باطل اور منکر سے اسے ابدی بیر ہے، اور اسے وہ دنیا کے کسی گوشے میں بھی موجود دیکھنا گوارا نہیں کر سکتا اور جب اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اتباع قرآن کے عہد کا سب سے پہلا اور سب سے آخری مطالبہ ہی یہ ہے کہ مسلمان کی سعی وجہد موقوف نہ ہونی چاہیے جب تک کہ دین حق کی کوئی ایک دفعہ بھی معطل ہو، یا زمین کا کوئی ایک ذرہ بھی باطل کے پاؤں تلے دبا پڑا ہو، تو ہر مومن کو اپنے طور پر یہ جد وجہد لازماً کرنی پڑے گی، اور ہر حال میں، ہر دور میں، ہر ماحول میں اور ہر جگہ کرنی پڑے گی۔ امام مہدی جب آئیں تو وہ فرض اپنا ادا کریں گے نہ کہ میرا اور آپ کا، ان کی تمام دوڑ دھوپ صرف اپنے اس بوجھ کو اتارنے کے لئے ہوگی جو اللہ رب العالمین کی طرف سے خود ان پر ڈالا گیا ہوگا کسی دوسرے کا بوجھ وہ اپنے سر نہ لیں گے اور نہ لے سکیں گے اس لیے ان کی سعی وجہد کسی بھی دوسرے مدعی اسلام کے ادائے فرض کی قائم مقام نہ ہوگی جس طرح کسی دوسرے کی طرف سے نہ تو نماز پڑھی جا سکتی ہے نہ روزے رکھے جا سکتے ہیں، اسی طرح نہ کسی کی طرف سے اقامت دین کی جد

(۱) فریضۂ اقامت دین ص ۱۲۰–۱۲۱

شفیق سبحانی

نذر جلیل

استاذ مکرم مولانا جلیل احسن ندوی کی یاد میں

ہر شاخسار دل پہ نشیمن اسی کا تھا
وہ جان گلستاں تھا یہ گلشن اسی کا تھا
یہ دشت العطش یہ زبانوں پہ آب آب
جل تھل جسے ہر کر گیا ساون اسی کا تھا
یکسوں کرنہ عصر نو کی تجلی کہوں اسے
وہ دیدہ ور تھا جلوۂ ایمن اسی کا تھا
رستے میں آنے کتنے رعونت کے ریگزار
سایہ فگن تھا ہم پہ جو دامن اسی کا تھا
جس کشت زار علم پہ نازاں سحاب قدح
دانوں پہ مہر ہے کہ یہ خرمن اسی کا تھا
کیا کیا نہ علم وفن کے جواہر لٹے یہاں
وہ شیخ محترم تھا یہ مخزن اسی کا تھا
کل جس پہ اشکبار تھے عشاق الکتاب
اک گوشۂ فلاح میں مدفن اسی کا تھا
شفیق کہہ سکا جو سر مدفن جلیل
عمداً نہ ہو تصور یہ سہواً اسی کا تھا

مولوی ابوالرشد بی۔ اے

سورۂ ہود کی ایک مظلوم آیت

"تحریک پیام انسانیت" در حقیقت یہ تحریک وحدت ادیان کی نہیں وحدت انسان کی ہے اسلئے ہم ان تقریروں میں اس سے امکانی حد تک احتیاط برتتے ہیں کہ ان میں مذہب کی دعوت دی جائے۔ ہم صرف اخلاق خدا ترسی، انسان دوستی اور اخلاقی اور شہری شعور کی دعوت دیتے ہیں یوں سمجھ لیجئے کہ اس غیر مسلم اکثریت کے ملک میں اس حلف الفضول کی ایک تقلید ہے۔[1]

تحریک پیام انسانیت کے مخاطب بلا تفریق مذہب و ملت ملک کے تمام باشندے ہیں۔ اس کا موضوع انسانیت اور اخلاق ہے اس کا مقصد اس ملک کے رہنے والوں میں زندگی کا سلیقہ اور شہریت کا احساس پیدا کرنا ہے۔

اور تحریک پیام انسانیت کیلئے سورہ ہود کی ۱۱۶ ویں آیت کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ زیر نظر مضمون میں سورہ ہود کی اسی آیت کو پیش کیا گیا ہے مولوی ابوالرشد بی اے کے تجزیہ نگار قلم نے بڑی گہرائی کے ساتھ پیام انسانیت، اس کے بانی اور آیت کا تجزیہ کیا ہے۔

ایڈیٹر

ہمارے گرد و پیش میں قرآن حکیم کی ایک آیت کریمہ کا ان دنوں بڑا چرچا ہے جسے کل ہند حلقہ "پیام انسانیت" کی طرف سے بار بار پیش کیا جا رہا ہے۔ گویا کہ یہی آیت پاک اس کا اولین محور اور ملک و قوم کی جو خدمت یہ نئی تحریک انجام دینا چاہتی ہے اس کا براہ راست تقاضا اور اس کے منشاء و مفہوم کی عملی تعبیر ہے۔ تحریک پیام انسانیت کے سلسلے میں اب تک جو کچھ کہا جاتا رہا ہے وہ قرآن و حدیث کے کسی حوالے کے بغیر رہا ہے

[1] مولانا علی میاں ندوی سے انٹرویو۔ ویکلی سالار ۴ر جون ۱۹۸۰ء

جس کا سب سے بڑا ثبوت اس کا وہ دو ورقہ منشور اول ہے جو آج سے تقریباً نو دس سال پہلے شائع ہو چکا ہے۔[2] اب جو اس پلیٹ فارم سے قرآن کی ایک آیت کو بار بار دہرا گھما کر پیش کیا جا رہا ہے تو اس سے یہ قیاس کرنا شاید کچھ غلط نہ ہوگا کہ یہی آیت کریمہ جس کی طرف ذہن اگرچہ دیر سے منتقل ہوا ہے اس تحریک کی اولین اساس ہے، اور اس کے پلیٹ فارم سے جس فکر و خیال کی ترویج کی جا رہی ہے اس کا منبع اور سرچشمہ یہی آیت ہے:

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِن قَبْلِكُمْ أُولُو بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّنْ أَنجَيْنَا مِنْهُمْ ۗ وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ وَكَانُوا مُجْرِمِينَ (۱۱۶)

جس کا تشریحی ترجمہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے لفظوں میں اس طرح ہے:

(جو امتیں تم سے پہلے ہو گذری ہیں ان میں ایسے سمجھدار لوگ نہ ہوئے جو کہ (دوسروں کو) ملک میں فساد (کفر و شرک) پھیلانے سے منع کرتے بجز چند آدمیوں کے کہ جن کو ہم نے (عذاب سے) بچا لیا تھا۔ اور جو لوگ نافرمان تھے وہ جس ناز و نعمت میں تھے اسی کے پیچھے پڑے رہے اور جرائم کے خوگر ہوگئے۔) (ترجمہ اشرفی الثانی)

آیت کی نئی تفسیر

یہ ۱۲/۱۳ اپریل ۱۹۸۱ء کی شام تھی جب آیت کریمہ کی اس معروف و متداول تشریح سے الگ اس کی ایک بالکل نئی تفسیر سننے کو ملی۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شاندار کینیڈی ہال میں کھچا کھچ بھرے ہوئے مجمع کے سامنے تحریک پیام انسانیت کے بانی محترم کی مفصل تقریر ہوئی۔ موصوف نے آیت کریمہ کی تلاوت کے بعد پہلے تو اس کی فصاحت و بلاغت اور اس کی ادبی خوبیوں کا ذکر فرمایا اور اس سلسلے میں اپنا یہ تاثر خاص طور پر پیش کیا کہ اردو میں اس کے ترجمہ کا حق ادا کرنا مشکل ہے۔ اس کے بعد موصوف کی پوری تقریر گویا اس آیت کریمہ کی تشریح و تفسیر تھی جو تمام تر اسی کے گرد گھوم رہی تھی۔ موصوف نے جو کچھ فرمایا اس کا خلاصہ تھا کہ:

"جب کسی قوم کے بچے کھچے لوگ جو دراصل اس کا جوہر اور اس کی آبرو ہوتے ہیں، ملکی حالات کے سلسلے میں بے حسی کا شکار ہو جائیں، ہر طرف فتنہ و فساد کا بازار گرم ہو، لوٹ مار اور غارت گری کا طوفان بپا ہو اور بے اطمینانی اور بے اعتمادی کے دباؤ سے ملک و قوم کی

[2] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو ہمارا مضمون "تحریک پیام انسانیت۔۔ ایک جائزہ" مطبوعہ ماہنامہ "الایمان" دیوبند جنوری ۱۹۸۲ء (حاشیہ نمبر ۲ صفحہ آئندہ پر دیکھیں)

پوری فضا مکدر رہو، لیکن ان ناگفتہ بہ حالات کو دیکھنے کے باوجود قوم کے ان پچھلے لوگوں کے کان پر کوئی جوں نہ رینگے۔ اور دنیوی عیش وعشرت اور اسباب زیست کی فراوانی میں وہ پوری طرح غرق ہوں اور لذت کوشیوں اور رنگ رلیاں منانے کے سوا انھیں کسی اور بات سے کوئی دلچسپی نہ رہ گئی ہو تو یہ وہ وقت ہوتا ہے جبکہ یہ قوم صفحۂ ہستی سے مٹا دی جاتی ہے اور روئے زمین پر زندہ اور باقی رہنے کا اپنا استحقاق بالکل کھو بیٹھتی ہے۔"

اس کے بعد آپ نے ہندوستان کے موجودہ حالات پر اپنے انتہائی درد و کرب کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ "ایسی ہی کچھ صورت حال ہے جس سے آج ہمارا ملک اور ہماری قوم دوچار ہے، ملک فرقہ وارانہ فسادات کی آگ میں جل رہا ہے، قومی منافرت اور قومی کشمکش اپنے نقطۂ عروج کو پہنچی ہوئی ہے۔ انسان درندگی اور بہیمیت کی آخری حدوں کو چھو چکا ہے۔ ہر شخص کو اپنے بارے میں خوف لاحق ہے اور پورا ملک بے اطمینانی اور بے اعتمادی کی لپیٹ میں ہے۔ انسانوں کے جان و مال کا احترام لوگوں کی نگاہوں سے بالکل اٹھ چکا ہے ہر طرف ظلم و ناانصافی کا دور دورہ ہے اور لوگوں کے حقوق تلف ہو رہے ہیں لیکن کوئی شخص اپنی جگہ سے ٹس سے

گذشتہ صفحہ کا حاشیہ: موصوف کی اس تشریف آوری کا اس مقصد سے آویزاں کئے گئے پوسٹروں میں، معلوم کس مصلحت سے تحریک پیام انسانیت کا کوئی حوالہ نہ تھا جبکہ یہ ایک منصوبہ بند دورہ تھا جو حسب سابق اس تحریک کے تعارف اور اس کے پیغام کو عام کرنے کیلئے کیا گیا تھا۔ اس کا ڈیلیگیشن دیگر مقامات پر اپنی مہم سر کرنے کے بعد یہاں علی گڑھ پہونچا تھا اور آگے اسے متعدد جگہوں پر جانا تھا۔ چند ماہ قبل یونیورسٹی کے اسی ہال میں ممدوح کی ایک دوسری تقریر بھی اس موضوع پر ہوئی تھی البتہ پوسٹروں میں اعلان اس وقت بھی ایسا ہی مبہم تھا۔ موصوف نے یہی آیت کریمہ اس تمہید کیساتھ اس موقعہ پر بھی تلاوت فرمائی تھی اور پوری تقریر کا مضمون یہی تھا۔ ان پروگراموں کیلئے غالباً یونیورسٹی کے ذمہ داروں کی غیر معمولی دلچسپی ہی کے نتیجے میں جو وسیع انتظامات کئے گئے اور چند ماہ کے اندر ہی یکے بعد دیگرے دو پروگرام یہاں منعقد ہوئے اس سے خیال ہوتا ہے کہ کہیں اس دانش گاہ کو اس سیکولر تحریک کا مرکز بنانا تو مقصود نہیں۔ آخری تقریر میں یونیورسٹی کے طلبا اور نوجوانوں سے اس سلسلے میں خصوصی کردار ادا کرنے کی اپیل کی گئی اس سے بھی اس خیال کو تقویت پہونچی کہ یہ مسلم یونیورسٹی کے ذمہ داروں کیطرف سے اس تحریک سے اسطرح غیر معمولی دلچسپی لینے کی وجہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔

مس نہیں ہوتا ہے لوگوں کے دلوں سے انسانیت کا درد رخصت ہو چکا ہے۔ قومی منافرت نے انھیں بالکل اندھا کر کے رکھ دیا ہے۔ آج ہم کہیں کسی کو ظلم و ستم کا شکار ہوتے دیکھتے ہیں تو بحیثیت انسان کے ہمارے اندر اس کے لئے ہمدردی کے کوئی جذبات پیدا نہیں ہوتے بلکہ ہم کمال بے حسی کے ساتھ یہ پوچھتے ہیں کہ یہ جو ظلم کا شکار ہوا اس کا تعلق کس فرقے اور کس قوم سے تھا۔ گویا اب ہمارے یہاں ظلم بجائے خود ظلم نہیں رہا ناانصافی بجائے خود کوئی قابل نفرت چیز نہیں رہی جس سے ہر شخص بیزاری اور لاتعلقی کا اظہار کرے۔ بلکہ اسے مٹانے اور اسے ختم کرنے کے جذبے سے سرشار ہو، بلکہ اس کا فیصلہ قومی منافرت کے آئینے سے کیا جانے لگا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ اگر ہندوستان کی یہی حالت رہی اور جس فساد اور بگاڑ اور بڑھتے ہوئے کرپشن کا سیلاب یہاں امنڈ پڑا ہے، اس کے سلسلے میں لوگوں کی یہی بے حسی برقرار رہی تو یہ ملک روئے زمین پر زندہ اور باقی رہنے کا استحقاق کھو بیٹھے گا۔ اور آیت کریمہ کے مصداق یہاں کی پوری انسانیت مجرم قرار پائے گی اور اس کی بالکل مستحق کہ صفحۂ ہستی سے اس کا خاتمہ کر دیا جائے اس کا نام روئے زمین کے نقشے سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا جائے اس تباہی سے اپنے کو بچانے کے لئے آپ نے خاص طور پر ملک کے دانشوروں اور اس کے علماء اور فضلاء سے اپیل کی کہ وہ پیام انسانیت کی اس تحریک میں شامل ہو کر ملک میں موجودہ بگاڑ اور فتنہ و فساد پھیلانے اور سرزمین ہند کی زخمی انسانیت کے مداوا کا سامان کریں۔ اس لئے کہ یہی وہ طبقہ ہے جسے آخری طور پر انسانیت کے درد سے خالی نہیں ہونا چاہئے۔ جب یہ اس درد سے خالی ہو جائے اور بے حسی کا شکار ہو جائے تو پھر کسی قوم کو تباہی و بربادی سے بچانے کی کوئی صورت نہیں ہے اور حسب ارشاد باری ایسے مجرم گروہ کو صفحۂ ہستی سے بجا طور پر مٹا دیا جانا ہی چاہئے۔

آپ نے زور دے کر فرمایا کہ یہ کام خالص انسانیت کے جذبے سے کیا جانا چاہئے اور اس سلسلے میں کسی نسلی، لسانی اور قومی یہاں تک کہ مذہبی محرکات کا بھی اس میں شائبہ نہیں ہونا چاہئے کہ ہماری

(اس تحریر کا حاشیہ صفحہ ۳۲ پر)

اس کوشش کے ذریعہ ہمارا مذہب غالب آجائے اور سرزمین ہند پر اس کا پرچم لہرانے لگے۔ اس ذیل میں مذہبی جس کی کارفرمائی ہے اس حد تک تو مضر نہیں کہ ہمارے اس عمل سے ہمیں خدا کی خوشنودی حاصل ہو اور ہم اس کی رضا کے مستحق قرار پائیں۔ لیکن اس جذبے کی کارفرمائی بہر حال قابل گوارہ نہیں ہو سکتی کہ اس کے ذریعہ بحیثیت مذہبی اکائی کے ہمارے مذہب کو کوئی فائدہ پہنچے اور باشندگان وطن کو کسی بھی درجے میں یہ احساس ہو کہ ہم اس کے بدلے اس سرزمین میں اپنے مذہب کا غلبہ چاہتے ہیں اور دیگر ادیان و مذاہب کے بالمقابل اسے برومند و فتحیاب دیکھنا چاہتے ہیں۔"

یہ موصوف کی اس تقریر یا آیت کریمہ کی نئی تفسیر کا خلاصہ جسے موصوف کے الفاظ سے قریب تر رکھتے ہوئے ہم نے اپنے لفظوں میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ قارئین بجا طور پر سوچ سکتے ہیں کہ قرآن حکیم کے اندر ایسی بے ضرر اور صلح کل کی علمبردار آیت کہاں سے آگئی جس کو کل متنازعہ عقائد و افکار کے جھگڑوں سے بالکل الگ رہ کر صرف ملک و قوم کو ظاہری فساد اور بگاڑ اور وقتی انتشار و بے اطمینانی سے نجات دلانے تک محدود ہو جبکہ قرآن کے ہاں شرک و کفر اور توحید کے بنیادی نکات سے صرف نظر کر کے صلاح و فساد کا کوئی تصور نہیں ہے چہ جائیکہ اس طبع زاد خیال کو دعوت انبیاء کی ایک کڑی کی حیثیت سے پیش کیا جائے۔ اگر قرآن کا

گزشتہ صفحہ کا حاشیہ نمبر ۲ کے خیال رہے کہ تحریک پیام انسانیت کی دعوت بالا تفریق مذہب و ملت تمام باشندگان وطن کے لئے ہے۔ یہ بات اس کے منشور اول میں واضح لفظوں میں کہی گئی ہے۔ یہ ایک مشترک پلیٹ فارم ہے جس میں ہندو مسلم، سکھ، عیسائی وغیرہ اپنی مسلم حقیقتوں کے ساتھ شریک ہو سکتے اور مساوی حیثیت میں خدمت کر سکتے ہیں۔ اس تحریک کا بنیادی نکتہ متنازعہ عقائد و افکار کے جھگڑوں سے اوپر اٹھ کر صرف انسانیت کے [illegible] دکھنا اور اس کے دکھوں کا درماں تلاش کرنا ہے ہم نے اپنے مذکورہ مضمون میں اس نقطہ نظر کے ہلاکت خیز مضرات سے تفصیل سے بحث کی ہے۔

۲ے حلقہ پیام انسانیت لکھنؤ کی طرف سے "ملک کا خطرناک رخ اور دانشور طبقہ کی ذمہ داری" کے زیر عنوان یہ تقریر اب شائع ہو چکی ہے۔ تفصیل کے طالب اسے دیکھیں [illegible] کے علاوہ اور کوئی کمی نظر آئے تو اسے مصنف کی [illegible] پر محمول کیا جائے [illegible] مرتب کی گئی ہے۔ [illegible]

یہی پیغام ہے اور مختلف ادوار میں حضرت انبیاء علیہم السلام اسی کے علمبردار رہے تو انبیاء کی تاریخ میں نزاع و کشمکش کا کہیں دور دور تک سراغ نہ ملتا۔ اس لئے کہ ہر دور میں نبی کی دعوت کا ایک ہی مطالبہ تھا کہ توحید اور اس کے مضمرات سے دستبرداری اختیار کر لی جائے تو مزاحمت اور ٹکراؤ کا کوئی سوال نہیں اور یہی وہ اپدیش ہے جو آج کے ہندوستان میں ذرا بدلے ہوئے انداز میں ایوان حکومت اور ملک کے دانشور طبقہ کی طرف سے اسلام کے نام لیواؤں کو دیا جا رہا ہے لیکن یہ قرآن کا بالکل غلط فہم اور آیت کریمہ کی بالکل غلط تفسیر ہے۔ جس سے قرآن کھلے لفظوں میں اپنی براءت کا اعلان کرتا ہے اور جیسا کہ آگے تفصیل آئے گی، علمائے امت کی پوری جماعت اس کی نفی و تردید پر متفق اللفظ اور یک زبان ہے۔

نئی تفسیر کی بنیادی غلطی

آیت کریمہ کی اس نئی تفسیر کی بنیادی غلطی یہ ہے کہ اس کے اندر قرآن کے اصطلاحی لفظوں کا صرف لغوی مفہوم بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ افساد فی الارض، ظلم اور جرم کے الفاظ جو آیت کریمہ میں استعمال ہوئے ہیں، قرآن کا منشا بس وہی کچھ ہے جو لغت میں معروف ہے جبکہ آیت کی مذکورہ بالا تفسیر کا ان الفاظ کو اسی دائرے میں رکھنے کا اصرار ہے۔ تو قرآن کے بے شمار دیگر اصطلاحی الفاظ مثال کے طور پر خیر و شر، معروف و منکر، ہدایت و ضلالت، فلاح و خسران، فتنہ، اسراف، غلو، استکبار، صالح، منعم علیہم، مغضوب علیہم وغیرہ کو لغت کے دائرے میں محصور کر کے پوری کتاب اللہ کی ایسی بے ضرر اور صلح کل تفسیر تیار کی جا سکتی ہے جس میں دور دور تک دین و ایمان کا کوئی جھگڑا نہ ہو اور صرف مختلف مذاہب کے ماننے والے ہی نہیں بلکہ ملحدوں اور بے دینوں کے لئے بھی اسے تسلیم کر لینے میں کوئی تکلف نہ ہو۔ جبکہ قرآن کا ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ قرآن اس طرح کے جو الفاظ بھی استعمال کرتا ہے وہ عام طور پر اس کی مخصوص اصطلاحات ہیں جو لغت سے الگ اپنا مستقل مفہوم اور خاص پس منظر رکھتی ہیں جن کا سلسلہ کسی نہ کسی صورت سے توحید اور اس کے مضمرات یا شرک و کفر اور اس کے لوازمات سے جڑا ہوتا ہے۔ طوالت سے بچتے ہوئے ہم آیت زیر بحث کی صرف تین اصطلاحات، جرم، ظلم اور فساد فی الارض کی تفصیل پیش کرتے ہیں جس سے اندازہ کیا

جاسکتا ہے کہ ان الفاظ کے لغوی مفاہیم اور
ان کے قرآنی مدلولات میں کتنا فرق ہے اور
دونوں کو ہم معنی قرار دینا قرآن کے ساتھ
کتنی بڑی بے انصافی اور صریح ظلم ہے۔

مجرم | قرآن کی نظر میں جو چیز جرم ہے
اور جس کے ارتکاب کرنے والے کو وہ مجرم سے
تعبیر کرتا ہے وہ لغت میں معروف اجرام
(۴۳:۷۴) اور مجرم (۲۹:۲۱؛ ۶:۴۲) سے بالکل
مختلف ہے۔ اس قرآنی اصطلاح کے اولین
مصداق وہ لوگ ہیں جو دعوتِ انبیاء کا انکار
کر کے اپنے کو جہنم کا مستحق بنا چکے ہوں۔ دوسرے
لفظوں میں یہ کہ یہ لفظ مومن و مسلم کا ضد
ہے۔ قرآن کا ذکر کردہ مجرم وہ ہے جس کا
ایمان اور عمل صالح سے کوئی تعلق نہ ہو۔

اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ
لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰي. وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا
قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ
الْعُلٰى (طٰہٰ: ۷۵)

سچ ہے کہ جو کوئی اپنے رب کے پاس مجرم
بن کر آئے گا تو اس کے لئے جہنم ہے، جس میں
نہ اسے موت آئے گی نہ جینے کا کچھ مزہ ملے گا
اور جو کوئی اس کے پاس حاضر ہوگا مومن
کی حیثیت سے درین حالیکہ اس نے نیک عمل
کئے ہوں گے تو ان لوگوں کے لئے بلند درجے
ہیں۔

مجرم وہ ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور
اس کی آیتوں کا انکار کرنے والا ہو:

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ
كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ
(یونس: ۱۷)

(بھلا اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا
جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو
جھٹلائے۔ بے شک مجرم فلاح یاب نہیں ہوتے)

اسی طرح وہ لوگ ہیں جو دنیا کی زندگی کو
سب کچھ سمجھیں اور جنت اور جہنم کی ابدی حقیقتوں
کا انکار کرنے سے نہ ڈرتے ہوں:

۱۔ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ
مُّوَاقِعُوْهَا (کہف: ۵۳)

اور مجرم جہنم کو دیکھیں گے تو انہیں یقین
ہو جائے گا کہ اب وہ اس میں پڑ کر رہیں گے۔

۲۔ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ
(رحمٰن: ۴۳)

یہی ہے وہ جہنم جسے دنیا میں مجرم لوگ
جھٹلایا کرتے تھے۔

اس سے بھی آگے یہ وہ لوگ ہوتے ہیں۔
جو نبی کی دعوت کا انکار کرنے کے ساتھ حق

کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں اور
اسے نیچا دکھانے کے لئے اپنی ایڑی چوٹی کا زور
صرف کر دیتے ہیں۔ سورۂ انفال میں غزوۂ
بدر پر تبصرہ کرتے ہوئے ارشاد ہوا جس سے
پتہ چلتا ہے کہ قرآن کے نزدیک کافر اور
مجرم مترادف الفاظ ہیں:

وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ
يَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ. لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَ
يُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ (۷، ۸)

اور اللہ چاہتا تھا کہ حق کو حق کر دکھائے
اپنے حکم سے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے
تاکہ وہ حق کو حق کر دکھائے اور باطل کو باطل
بنا کر رکھ دے، خواہ یہ مجرموں کو کتنا ہی ناگوار
کیوں نہ ہو۔

سورۂ یونس میں حضرت موسیٰؑ اور فرعون
کی کشمکش کے بیان میں فرمایا:

وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ
(۸۲)

اور اللہ حق کو حق کر دکھاتا ہے اپنے فرمان سے
خواہ یہ چیز مجرموں کو کتنی ہی ناگوار ہو۔

ظلم | دوسری قرآنی اصطلاح ظلم
کے سلسلے میں یہ حقیقت اور بھی نمایاں ہے۔
جسے ہم صاف لفظوں میں ناانصافی کے مرادف
گردانتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ
لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا. اِلَّا طَرِيْقَ
جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا (النساء: ۱۶۸-
۱۶۹)

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور (اس طرح)
ظلم کے مرتکب ہوئے ہو نہیں سکتا کہ اللہ ان
کی بخشش فرمائے اور انہیں کوئی راستہ
دکھائے سوائے جہنم کے ایک راستے کے جس
میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

دعوتِ انبیاء کا انکار کرنے والے مختلف
گروہوں کے یکساں انجام پر تبصرہ کرتے
وقت بھی انہیں یہی خطاب ملا:

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۭ وَالْحَمْدُ
لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (انعام: ۴۵)

پس جڑ کاٹ دی گئی ان سب لوگوں کی جنہوں
نے دعوتِ انبیاء کا انکار کر کے ظلم کا ارتکاب کیا اور
تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہاں کا مالک ہے

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَ
جَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا (کہف: ۵۹)

یہ بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا جب
انہوں نے نبیوں کی دعوت کا انکار کر کے ظلم
کا ارتکاب کیا اور ان کی ہلاکت کے لئے ایک وقت معین
ہم نے قرار دے رکھا تھا۔

حضرت نوحؑ کی قوم نے نبی کی دعوت کے
مقابلے میں سرکشی اور انکار کا سخت رویہ اختیار
کیا تو یہ لوگ ظلم کے مرتکب گردانے گئے۔

"واصنع الفلك بأعيننا ووحينا ولا تخاطبني
في الذين ظلموا إنهم مغرقون"

(ھود ۱۱: ۳۷)

اور کشتی بناؤ ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری
وحی کی رہنمائی میں اور اب مجھے نہ پکارو ان ظالموں
کے بارے میں، انھیں تو اب غرقاب ہی ہونا ہے۔

قوم فرعون نے جب حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں
بھیجی گئی خدائی آیات کا انکار کیا تو قرآن کی نظر
میں وہ بھی اسی ظلم کے مجرم قرار پائے۔

"ثم بعثنا من بعدهم موسى بآياتنا
إلى فرعون وملائه فظلموا بها"

(الاعراف ۷: ۱۰۳)

پھر ان مذکورہ قوموں کے پیچھے ہم نے موسیٰ
کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کی قوم کے
سرداروں کے پاس بھیجا تو انھوں نے ان نشانیوں
کا انکار کر کے ان کے ساتھ ظلم کیا۔

قوم سبا نے جب اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی بے شمار
معمولی نعمتوں پر ناشکری کرتے ہوئے ان نعمتوں کو
زحمتوں سے بدل دینے کی تمنا ظاہر کی تو اس
گستاخی کو بھی قرآن نے ظلم سے تعبیر کیا۔

"فقالوا ربنا باعد بين أسفارنا وظلموا
أنفسهم"

(سبا ۳۴: ۱۹)

انھوں نے کہا اے ہمارے رب ہمارے سفر کی
مسافتیں (جو کہ بستیاں قریب قریب ہونے کے سبب
ہمیں مختصر لگتی تھیں) لمبی کر دے، ان کے فاصلے
دراز کر دے اور اس طرح اپنے رب کی نعمت کی
ناشکری کر کے انھوں نے اپنے اوپر ظلم کا ارتکاب
کیا۔

اور سورۃ ہود میں آیت زیر بحث جس میں
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو اللہ
دین کی راہ میں اور مخالفتوں کے علی الرغم حق پر ڈٹے
رہنے کی جو تلقین کی گئی تو یہاں بھی ان دشمنان
اسلام کو "ظالموں" کا خطاب ملا۔

"فاستقم كما أمرت ومن تاب معك
ولا تطغوا إنه بما تعملون بصير ولا تركنوا
إلى الذين ظلموا فتمسكم النار وما لكم من
دون الله من أولياء ثم لا تنصرون" (ھود ۱۱: ۱۱۲-۱۱۳)

- - - - - - - - -

پس جمے رہو تم جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا
ہے اور وہ سب لوگ جنھوں نے تمہارے
ساتھ توبہ کی راہ اپنائی ہے اور اس ہدایت
کو نظر انداز کر کے حد سے تجاوز نہ کرو۔ بے
شک اللہ دیکھ رہا ہے جو تم کرتے ہو۔ اور ہرگز
تمہارا جھکاؤ ان لوگوں کی طرف نہ ہو جنھوں نے
اپنے کفر کے باعث ظلم کا ارتکاب کیا کہ
اس کے نتیجے میں تمہیں جہنم کی آگ چھو سکتی
حالانکہ اللہ کے سوا تمہارا کوئی کارساز ہو
نہ کوئی اور تمہاری مدد ہو سکے۔

اور اس سے پہلے پچھلی گزشتہ قوموں کے انجام
کی داستان کو تفصیل سے بیان کر دینے کے بعد
اس پر جو تبصرہ کیا گیا ہے اس میں بھی ان کی کفر
کی روش کو ظلم سے تعبیر فرمایا، جب کہ یہی چیز
بعد میں ان کی ہلاکت کا سبب ہوئی۔

"ذلك من أنباء القرى نقصه عليك
منها قائم وحصيد وما ظلمناهم ولكن ظلموا
أنفسهم فما أغنت عنهم آلهتهم التي يدعون من
دون الله من شيء لما جاء أمر ربك وما
زادوهم غير تتبيب وكذلك أخذ ربك
إذا أخذ القرى وهي ظالمة إن أخذه
أليم شديد"

(ھود ۱۱: ۱۰۰-۱۰۲)

یہ پچھلی بستیوں کے واقعات ہیں جو ہم تم کو
سناتے ہیں۔ ان میں سے کچھ کے آثار باقی ہیں اور دوسرے
وہ تباہ ہو چکی ہیں بالکل ملیا میٹ ہو چکی ہیں۔ ہم نے ان
کے اوپر ظلم نہیں کیا بلکہ انھوں نے خود اپنے
اوپر ظلم کیا۔ تو ان کے وہ معبود ان کے ذرا بھی کام
نہ آئے جنھیں وہ اللہ کو چھوڑ کر پکارتے تھے اس
وقت جبکہ تیرے رب کا فیصلہ (عذاب) آیا اور
انھوں نے تباہی میں اضافہ کا موجب بنے اور ایسی
ہی پکڑ ہوتی ہے تیرے رب کی جبکہ وہ بستیوں
کو پکڑتا ہے درآں حالیکہ وہ حق کا انکار کر کے
ظلم کا ارتکاب کرنے والی ہوں۔ بے شک اس
کی پکڑ بہت سخت اور دردناک ہے۔

۳۔ فساد فی الارض
جہاں اس سلسلے کی تعبیر قرآنی

اصطلاح "فساد فی الارض" کا ہے۔ قرآن کی نظر
میں مطہرہ وہ لوگ جنھوں نے ایمان اور عمل صالح
سے منہ موڑ کر اپنے آپ کو بدترین بگاڑ میں مبتلا کیا ہو۔

"أم نجعل الذين آمنوا وعملوا الصالحات
كالمفسدين في الأرض أم نجعل المتقين
كالفجار"

(ص ۳۸: ۲۸)

کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور
نیک عمل کیے ان لوگوں کے برابر کر دیں جو زمین میں
دولت سے محروم کرنے کے سبب زمین میں

فساد پھیلانے والے ہیں اور کیا ہم ان پرہیزگاروں کو بدکاروں کے مانند بنا دیں۔

قرآن اور پیغمبر اسلام کی دعوت کا انکار کر دینے کے سبب جو محروم القسمت لوگ بندگیٔ رب کا قلادہ اپنی گردن میں ڈالنے کے لیے تیار نہیں ہیں وہی لوگ ہیں جو زمین میں فساد پھیلانے والے ہیں۔

وَمِنْهُم مَّن يُؤْمِنُ بِهِ وَمِنْهُم مَّن لَّا يُؤْمِنُ بِهِ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِينَ

(یونس ۔ ۴۰)

اور ان میں کچھ ہیں جو قرآن اور پیغمبر اسلام پر ایمان لانے والے ہیں اور دوسرے وہ ہیں جو ان پر ایمان نہیں رکھتے اور ایسے مفسدوں کو اللہ خوب جانتا ہے۔

قوم ثمود جس نے پیغمبر خدا حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت کا انکار کیا قرآن اس کے سرداروں اور سرغنوں کو فساد الارض کا مجرم گردانتا ہے۔

وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ

(شعراء ۱۵۱، ۱۵۲)

اور تم حدود بندگی سے تجاوز کرنے والے ان لوگوں کے کہنے میں نہ آؤ جو کفر و شرک پر اصرار کرکے، زمین میں فساد پھیلاتے اور اصلاح کچھ نہیں کرتے ہیں۔

اسی طرح اس قوم کے وہ نو سرکش افراد جو حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت کا انکار کرنے کے ساتھ ہی معاذ اللہ انکا اور انکے پورے خاندان کا کام تمام کر ڈالنے کا تہیہ کر چکے تھے۔ قرآن انہیں "فساد فی الارض" کا مجرم گردانتا ہے۔

وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ

(النمل ۔ ۴۸)

اور شہر میں خاص طور پر نو سرکش افراد تھے جو حق کے بدترین دشمن ہو کر زمین میں فساد پھیلاتے اور اصلاح کچھ نہیں کرتے تھے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے جب اپنی قوم کی سرکشی سے تنگ آ کر انکے حق میں بددعا کی تو آنجناب نے بھی ان لوگوں کو فساد پھیلانے والا قرار دیا۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ قَالَ رَبِّ انصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ

(عنکبوت ۔ ۳۰)

اسکی قوم کا جواب اسکے سوا

کچھ نہ تھا کہ لے آؤ ہم پر اللہ کا عذاب اگر تم اپنی بات میں سچے ہو۔ وہ عرض گزار ہوئے خدایا ان مفسد لوگوں کے بالمقابل تو میری مدد فرما۔

ان قرآنی الفاظ کی روشنی میں یہ حقیقت عیاں ہے کہ اسطرح کے الفاظ قرآن کی مخصوص اصطلاحات ہیں، جنکے ساتھ کفر و شرک اور توحید کے بنیادی تصورات اپنے لوازمات کے ساتھ بہرحال لگے ہوتے ہیں ورنہ اگر انکے صحیح مفہوم سے صرف نظر کرکے محض لغوی معنی لے لینے کو کافی سمجھا جائے تو پھر تو مثال کے طور پر امت مسلمہ کے مقصد وجود کو واضح کرنے والی دستوری آیت کریمہ۔

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ

(آل عمران ۱۰۴)

اور چاہیے کہ ہمیشہ تم میں ضرور ایک جماعت ہو جو بھلائی کی طرف بلائے، اچھائی کا حکم دے، اور برائی سے منع کرے۔

میں خیر اور معروف سے عام نیکیاں اور بھلائیاں اور منکر سے سماج کی معروف برائیاں مراد لیجئے تو کوئی رکاوٹ نہ ہونی چاہیے۔ اس لیے کہ الحاد، قمار بازی اور عیش پسندی وغیرہ کے عصر حاضر کے رائج فتنوں کے باوجود انسانوں کی ایک بڑی اکثریت آج بھی برائی / بھلائی اور نیکی اور بدی کے تصورات سے یکسر بیگانہ نہیں ہوئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر امت مسلمہ اپنے کو انہیں معروف بھلائیوں اور برائیوں کا حکم دینے اور ان سے منع کرنے کے کام پر لگا دے تو کیا امت سے آیت کریمہ کا جو مطلب ہے پورا ہو جائے گا اور وہ اپنے فریضہ سے عہدہ برآ ہو جائے گی یہی وجہ ہے جو مفسرین کرام اور علمائے امت قرآن کے اسطرح کے اصطلاحی الفاظ پر کلام کرتے ہوئے انہیں توحید و شرک اور انکے لوازمات و مقتضیات سے جوڑے بغیر آگے نہیں بڑھتے۔

قرآن پاک کی تفسیر میں اگر صرف عربی لغت یا قواعد کافی ہو تو آیت کریمہ

أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ

(انبیاء ۔ ۱۰۵)

زمین کے وارث میرے صالح بندے ہوں گے۔

کے مطلب میں علامہ مشرقی کی اس تفسیر کو قبول کر لینے میں تامل نہ ہونا چاہیے کہ اس سے مراد آج کی ترقی یافتہ اقوام مغرب ہیں جو انسانیت کے لیے بڑے پیمانے پر کام

آئندہ ولی اور تمدن کی گاڑی کو آگے بڑھانے والی ہیں۔ صرف لغت پر اکتفا کر کے اور حالوں سے یہی مستنبط ہیں۔ جیسے امر واقعہ کو انکار کرے اس نظام اسلام کو مغلوب کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے کی قرآن قدم قدم پر دعوت دیتا ہے۔ اور جس کے بغیر اسکے نزدیک، صلاح اور صالحیت کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔

یہی مکتب فکر جب طوعاً و کرہاً دیکھتا ہے کہ حسب آیت زیر بحث کی تفسیر، وہ کیا ہے؟ مذہبیت کے پلیٹ فارم سے، اسکی وہ مہ و دار تفسیر سامنے آئی ہے جس کی تفصیل اوپر گذری اور جسے سمجھنے میں نہایت آسانی ہے، آخر مذموم تفسیر بالرائے کے سوا دوسرا اور کیا نام دیا جا سکتا ہے؟

افسوس کا مقام ہے کہ قوم کے سامنے ایک نئی دعوت اور ایک نئی تحریک لیکر اٹھا جائے اور اسکی تائید میں پیش کی جانے والی بنیادی آیت کے سلسلے میں اتنی زحمت بھی گوارا نہ کی جائے کہ زیادہ نہیں تو متداول تفسیروں سے تو رجوع کر لیا جائے۔ ابن جریر بیضاوی اور روح المعانی پر ہی اگر ایک نظر ڈال لی جاتی تو اس نئی تفسیر کی خامیوں کو آسانی کیساتھ محسوس کیا جا سکتا تھا۔ آج امت میں علم دین کی کساد بازاری کا شکوہ عام ہے

سوال یہ ہے کہ جب امت کے اکابر اور اساطین تفسیر قرآن کے سلسلے میں اس سہل انگاری کا ثبوت دے سکتے ہیں تو تا بدیگراں چہ رسد؟ خدا کرے کہ یہ سطریں اس آیت کریمہ پر بحث و تحقیق کے سلسلے میں اہل علم اور حضرات علماء کرام کو مہمیز کر سکیں۔

باقی ان شاء اللہ

فرقانِ عظیم

تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے بندے پر یہ کتاب نازل کی اور اس میں کوئی ٹیڑھ نہ رکھی۔

ٹھیک ٹھیک سیدھی بات کہنے والی کتاب تاکہ وہ لوگوں کو خدا کے سخت عذاب سے خبردار کر دے اور ایمان لا کر نیک عمل کرنے والوں کو خوشخبری دے دے کہ ان کے لیے اچھا اجر ہے۔

اس (اجر یعنی جنت) میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

سمی حسن متعلم
عربی چہارم

امانت کا بوجھ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور اس کو طرح طرح کی صلاحیتوں سے نوازا، عقل دیا، سمجھ دیا، شعور دیا، اور زندگی گذارنے کا صحیح طریقہ بتا دیا، خیر و شر میں امتیاز کرنا سکھایا۔ اور ایک نوعی خوشنگ سے بنا سنوار کر اشرف المخلوقات بنا دیا۔ دوسری تمام مخلوقات انسان کے تابع ہیں، مجبور ہیں، بے بس ہیں۔ قدرت نے ان کو جس فطرت پر پیدا کیا اس پر مجبور ہیں لیکن انسان آزاد ہے بااختیار ہے اور صرف خدا اسکا پابند ہے۔ اس کو آزادی بخشی ہے چاہے تو خیر کو اختیار کرے یا شر کو۔ مگر کامیابی خیر ہی کے لیے ہے۔ ان مخصوص فطری صلاحیتوں کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور انکی پوری ذریت سے ایک عہد لیا۔ اور عہد دراصل اللہ تعالیٰ کے دین کی اطاعت تھا جسکی انہوں نے خود بھی اطاعت کرنی تھی اور دوسروں سے بھی کرانی تھی اور یہی عہد اس خلافت کی بنیاد ہے جو کہ آدم علیہ السلام اور انکی ذریت کو ملی۔ اس خلافت کے تقاضیات کو ...

روئے زمین پر بروئے کار لانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل کو مبعوث فرمایا، جنھوں نے دین اور شریعت کے احکام کو لوگوں تک پہنچا کر ہی ہدایت کا سامان فراہم کیا۔ اور ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت سے بھی آگاہ کر دیا کہ تم میں سے جو میری اطاعت کرے گا اور میرے احکام کا پاس و لحاظ رکھے گا غیر شرعیات سے اجتناب کرے گا تو میں اسے جنت عدن میں داخل کر دوں گا۔ اور تم میں سے جو میری اطاعت سے منہ موڑے گا اور میرے بتلائے ہوئے مقتضیات دین کو پس پشت ڈال دے گا تو میں اسے جہنم میں جھونک دوں گا۔

عہد دراصل ایک امانت ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

"انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنھا واشفقن منھا وحملھا الانسان انہ کان ظلوما جھولا" (سورۃ احزاب ۷۲) ہم نے اپنی امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں

کے سامنے پیش کی۔ تو انھوں نے اسے اٹھانے
سے انکار کر دیا اور اس سے سہم اٹھے لیکن انسان
نے اس کو اٹھا لیا۔ بیشک وہ ظلم کرنے والا اور
جذبات سے مغلوب ہو جانے والا ہے۔" اس
آیت میں امانت کا لفظ آیا ہوا ہے۔ یہ امانت اصل میں
اسی دین کی امانت تھی۔ جسکا بوجھ اٹھانے کے
لئے پہاڑ، زمین اور آسمان جیسی مخلوقات تیار نہ
ہو سکیں بلکہ اسکے تصور ہی سے کانپ اٹھیں لیکن
اس بار امانت کو ۴۔۵ فٹ کے انسان نے
اپنے ناتواں کندھوں پر اٹھا لیا۔ آخر ایسا کیوں؟
دراصل اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام مخلوقات میں
سے انسان ہی وہ مخلوق ہے جو تشریعی احکام
کا مکلف ہو سکتا تھا۔ کیونکہ اسے تشریعی احکام
میں آزادی حاصل ہے۔ اسکے برعکس پہاڑ زمین
اور آسمان دیکھنے میں بظاہر تو بہت ہی بڑی
اور عظیم مخلوقات معلوم ہوتی ہیں لیکن مجبور
ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ مجبور و مقہور مخلوق کبھی
بھی بار امانت کی متحمل نہیں ہو سکتی ——

لیکن انسان اس بار امانت کا حق ادا
نہیں کرتا جسکا وہ متحمل ہے اور نہ ہی اسکی فکر
کرتا ہے۔ دنیا کی دلفریبی اور دلکشی اسے اپنی
طرف مائل کرنے میں مقناطیسی اثر دکھاتی
ہے وہ دنیا کے لہو و لعب میں اس طرح
منہمک ہو جاتا ہے کہ اسکا اصل مقصد ہی
اسکی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ اور اپنے
رب کی امانت میں خیانت کرنے سے جھجھک نہیں
محسوس کرتا۔ اقامت دین تو درکنار اطاعت دین
سے بھی کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ اور اس دنیا میں
لامحدود آلام و مصائب کا سامنا کرتا ہے۔
اور آخرت میں بھی ذلت و رسوائی کے سوا کچھ
ہاتھ نہیں آتا۔ کیونکہ خائن کو ذلت و رسوائی
ہی کا منھ دیکھنا پڑتا ہے۔

اے کاش کہ انسان اپنی ذمہ داری
کو محسوس کرتا اور اپنے مقام
و مرتبے کو پہچانتا!

فرمانِ رسول

حضرت ابو بکرہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں بڑے بڑے کبیرہ
گناہوں کے متعلق بتاؤں؟ یہ بات آپ نے
تین بار فرمایا۔ صحابہؓ نے عرض کیا: ضرور بتلائیے اے
اللہ کے رسول۔ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے
ساتھ شرک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی"، پھر حضور ٹیک لگائے
ہوئے تھے بیٹھ گئے، اور فرمایا: سن لو! اور جھوٹی بات اور
جھوٹی گواہی بھی۔ آپ اسی بات کو دہراتے رہے یہاں تک
کہ ہم نے کہا کاش آپ خاموش ہو جائیں۔
[illegible]

مطیع اللہ فلاحی مدنی

انجمن کی دو سالہ رپورٹ ۸۳-۸۴

انجمن کا مقصد ایسے افراد تیار کرنے میں جامعہ کی مدد کرنا ہے
جو قرآن و سنت کا گہرا علم اور صحیح دینی بصیرت رکھتے ہوں۔

مولانا مطیع اللہ صاحب فلاحی جامعۃ الفلاح سے فارغ ہونے والے قدیم طلبہ کے گروپ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ ضلع بستی یوپی کے رہنے والے ہیں۔ ۱۹۶۴ء میں عربی درجہ دوم میں داخلہ لیا اور بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ تعلیم کے مراحل طے کرتے رہے۔ ۱۹۷۹ء میں تعلیم مکمل کی اور جامعہ میں ہی استاذ ہو گئے۔ ۱۹۸۰ء میں مدینہ شریف لے گئے اور وہاں سے بی۔ اے۔ کیا۔ جامعہ اسلامیہ میں آپ نے "دعوۃ" کا ایک سالہ کورس پورا کیا اور ۱۹۸۳ء میں جامعۃ الفلاح میں مبعوث کی حیثیت سے تشریف لائے۔ آپ جامعہ کے ایک اچھے استاذ بھی رہے اور نائب صدر بھی۔ جس طرح محنت، لگن اور جد و جہد سے آپ نے تعلیمی مراحل طے کئے ویسے ہی محنت اور لگن سے آپ طلبہ کو تعلیم بھی دیتے رہے اور لوگوں سے تعلقات قائم کرنا، اسکو برقرار رکھنا اور آگے بڑھانا آپ کی نمایاں خوبی ہے۔ محنت، لگن، دوڑ دھوپ، جد و جہد اور مقصد کے حصول کے لئے انہماک جس شخص کے اندر جمع ہو گئی ہیں اسکو مطیع اللہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ نے یہ رپورٹ انجمن کے سہ روزہ دو سالہ اجلاس کے موقع پر جو ۱۸، ۱۹، ۲۰ فروری ۱۹۸۵ء کو منعقد ہوا، بحیثیت سکریٹری پیش کیا۔

الحمد للہ [illegible] وحدہ لا شریک لہ
والصلوٰۃ والسلام علی سید
المرسلین محمد و آلہ و صحبہ
اجمعین۔

حضرات حاضرین، مہمانانِ گرامی قدر اور فلاحی بھائیو!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کے سہ روزہ
دو سالہ اجلاس میں انجمن کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے
ہمارا دل خدائے بزرگ و برتر کے شکر و سپاس
اور خوشی و مسرت کے جذبات سے لبریز ہے کیونکہ
ہم نے آج سے سات سال پہلے ۲۶ دسمبر ۱۹۷۷ء
کو جو پودا لگایا تھا اس نے اپنی زندگی کے کئی مراحل
طے کر لئے ہیں اور اسکی بہت سی شاخوں میں

پچھلے خدمت گزار آچکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اسے مزید پائدار اور سود مند بنائے۔

محترم بھائیو! جسطرح انسان کی زندگی نشیب و فراز سے عبارت ہوتی ہے یہی حال انسان ہی کی بنائی ہوئی انجمنوں کا بھی ہے۔ کہ اس میں بہت سے موڑ آتے ہیں۔ اتار چڑھاؤ ہوتا ہے لیکن ہم اس سے شکستہ دل اور مایوس نہیں ہوتے ہیں بلکہ وہ تمام مراحل سے انتہائی خندہ پیشانی جواں مردی اور بہادری سے نمٹتا ہے تو منزل خود بخود اسکے پاس چلی آتی ہے۔

خود چل کر آئے گی منزل آپ ہی آپ
یہاں درکار بس عزم سفر ہے

برادران محترم! مجھے آج کی اس نشست میں انجمن کی گزشتہ دو سالوں کی رپورٹ پیش کرنا ہے۔ یہ رپورٹ اسلئے نہیں ہے کہ ہم نے بہت بڑے کارنامے انجام دیئے جنکے لئے داد و تحسین اور آفریں کے کلمات سے اسکی نوازش کی جائے اور نہ ہی اسلئے ہے کہ اس پر بجا تنقید کی جائے بلکہ اسکا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم نے انجمن کے مقاصد کو بروئے کار لانے میں جو بھی کوشش کی ہے اسکا جائزہ لیا جائے کہ ہم انہیں کہاں تک کامیاب رہے ہیں اور ابھی اصل منزل تک پہنچنے کے لئے ہمیں کیا کچھ کرنا ہے۔

محترم بھائیو! انجمن اسلئے وجود میں آئی تھی کہ فارغین جامعہ کو مقاصد جامعہ کیلئے منظم کرے چنانچہ وہ اول روز سے ہی اسی کار خیر اور فارغین جامعہ سے برابر رابطہ رکھنے کی کوشش کرتی رہی ہے چنانچہ گزشتہ دو سالوں میں اسکے سے زائد بھائیوں کو تین سو خطوط لکھے گئے جنمیں انہیں انجمن کی کارکردگی کی معلومات فراہم کی گئیں اور مقاصد جامعہ کے حصول کے لیے تبادلہ خیال کا سلسلہ رہا اسکے علاوہ مختلف جگہوں پر انجمن کی یونٹیں قائم کی گئیں اور انجمن طلبہ قدیم کی تقریباً سبھی یونٹوں سے رابطہ قائم رہا نیز انہیں وقتاً فوقتاً انجمن کے سلسلے میں خطوط بھیجے گئے البتہ تمام منتشر ممبران سے بعض وجوہ کے سبب رابطہ قائم نہ رہ سکا جسکا افسوس ہے آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ اسپر بھی قابو پالیا جائیگا

انجمن کے قیام کا دوسرا مقصد ہے فارغین جامعہ کو ان مقاصد کے حصول کے لیے زیادہ سے زیادہ مفید اور موثر بنانے کی تدابیر اختیار کرنا اس مقصد کے حصول کے لیے انجمن نے اپنا آرگن "حیات نو" جاری کیا تاکہ فلاحی برادران اپنی آواز اور ما فی الضمیر کو بہترین اسلوب میں ادا کرنے کی مشق کر سکیں اور تالیف و تصنیف نیز نشر و اشاعت کے ذریعے اپنی آواز دوسروں تک پہنچا سکیں۔ لیکن افسوس وہ کئی بار نکلا اور بند ہوگیا گزشتہ دو سالوں سے وہ تقریباً بند چل رہا تھا ادھر چند مہینوں سے اسکا باقاعدہ اجراء کیا گیا ابتک اسکے تین شمارے منظر عام پر آچکے ہیں پہلے، دوسرے، تیسرے تینوں شماروں کو دیکھ کر آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں اسے خوب سے خوب تر بنانے کی ہماری پوری کوشش جاری ہے اگر آپ لوگوں کی دعائیں، اخلاص و تعاون شامل حال رہا تو انشاء اللہ وہ دن دور نہیں جب ہندوستان کا گوشہ گوشہ اس کی ضیا پاشیوں سے منور ہوگا۔

اس بار ہم نے رسالے کے تسلسل کو باقی رکھنے کیلئے بعض انتظامات کئے ہیں جنکی وجہ سے ہمیں پوری امید ہے کہ انشاء اللہ یہ مبارک سلسلہ برابر جاری رہ سکے گا۔

الف: ماضی کے تجربات نے ہمیں یہ سبق دیا تھا کہ حیات نو کا تسلسل اسی وقت باقی رہ سکتا ہے جب اسکے لئے باقاعدہ ایک ایڈیٹر ہو اسکی مدد ہوتے اور جائے گے چنانچہ سالوں سے اسکے لئے مناسب آدمی کی تلاش تھی خدا کا شکر ہے کہ اب اسکے لئے ایک موزوں اور مناسب فلاحی طارق فاروق فلیط صاحب کا تقرر عمل میں آچکا ہے اور ہمیں پوری امید ہے کہ انکی محنتوں اور فلاحی برادران کے خلوص و حسن تعاون سے ہم انشاء اللہ حیات نو کی تمام مشکلات پر قابو پالینگے۔

ب :- ہم نے اپنے فلاحی بھائیوں سے درخواست کی کہ حیات نو اور اسکے ایڈیٹر کیلئے ہمیں ماہانہ اسکے خصوصی تعاون کی ضرورت ہے خدا کا شکر ہے اسمیں فلاحی برادران نے ہماری پوری پوری حوصلہ افزائی کی اور انہوں نے اپنے عزیز رسالے کے لیے انتہائی فراخدلی عقیدت و محبت اور جوش و ولولہ کا ثبوت دیا ہے جس سے ہمیں پورا یقین ہوگیا ہے کہ انشاء اللہ ہم رسالے کے تسلسل کو باقی رکھ سکیں گے۔

۳- اسی طرح انجمن نے فلاحی برادران کی علمی صلاحیتوں کو نکھارنے اور انہیں زیادہ سے زیادہ مفید و کارآمد بنانے کے لئے سال گزشتہ عربی میں مقالہ نگاری کا ایک انعامی مقابلہ منعقد کیا جس میں دو موضوع منتخب کئے گئے: دور تعلیم طلبہ کے واجب الشباب لنصرة الاسلام اور اثر التربية الاسلامية على المجتمع اور دوسرا جاہلیت میں زیر تعلیم طلبہ نے [illegible]

اور عنوانات البعد الفکر جو ثقافت الجامعہ
کے عنوانات کے تحت مقالات پیش کیے۔ اکثر
امر میں کمیٹی نے نتائج ہمارے حوالے کر دیے
ہیں انشاء اللہ فضیلت والوں کو سو اور پچیس
روپیے اور عالمیت والوں کے لیے ۷۵ اور
پچاس روپیے کے انعامات اسی دو سالہ اجلاس
کے موقع پر دے دیے جائیں گے۔

۱۳۔ انجمن فلاحی برادران کی صلاحیتوں کو
ابھارنے اور انھیں زیادہ سے زیادہ مفید و
کارآمد بنانے کیلئے عصری علوم کے ساتھ ساتھ
جدید علوم کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اس
بات کی برابر کوشش کرتی رہی ہے کہ فارغین
کے لیے ایسی راہیں نکالے کہ وہ مزید علوم
کی تحصیل کیلئے ہند اور بیرون ہند کی
یونیورسٹیوں میں داخلے پا سکیں نیز مختلف
اداروں سے جامعہ کی سندوں کی منظوری
حاصل کی جائے تاکہ فارغین کے لیے مزید
ترقی کی راہیں کھل سکیں۔

چنانچہ اسمیں بھی اسے خاطر خواہ کامیابی
ہوئی ہے اندرون ہند علی گڑھ اور جامعہ
ملیہ اسلامیہ دہلی میں عالمیت کی سند کو
بی۔ اے کے لیے منظور کرانے میں جامعہ
ممبران کی انتہائی محنتیں اور کاوشیں
شامل رہی ہیں اور پھر فضیلت کی سند کو
کو بھی علی گڑھ میں ایم۔ اے۔ عربک اور ایم
فل۔ ایچ کی منظوری کیلئے انکی [illegible]
اور حسب موقع جامعہ کے ذمہ داروں سے رابطہ
رکھ کر منزل تک پہنچانے میں انکی آخری
کوششیں، محنتیں اور بے لوث خدمات
قابل مبارکباد ہیں۔ بیرون ہند جامعۃ ام القریٰ
مکۃ المکرمہ اور جامعۃ الامام
محمد ابن سعود الاسلامیہ سے
جامعۃ الفلاح کی سند کا معادلہ بھی انجمن کے
ممبران ہی کی کاوشوں کا ثمرہ ہے۔ اور پھر جامعہ
اسلامیہ مدینہ منورہ میں یہاں کے معادلہ کی
تجدید بھی انجمن کے افراد کے ہی ذریعہ ہوئی ہے
مصر کے جامعۃ الازہر میں جامعہ کی
سند کی منظوری کا سہرا بھی انجمن کے سر
ہے۔ پھر انجمن نے جامعہ کی سند کو دار الافتاء
السعودیہ سے بھی منظور کروایا تاکہ فلاحیوں
کا صرف فلاح کی سند پر بھی تقرر ہو سکے
اسکے علاوہ دوسرے اداروں سے بھی اسکی
سندوں کو منظور کرانے کی کوشش جاری
ہے۔

۱۴۔ انجمن نے فلاحی برادران کی صلاحیتوں
کو اجاگر کرنے اور انھیں زیادہ سے زیادہ

مفید بنانے نیز تعلیم میں طلبہ کی دلچسپی پیدا کرنے
اور ان میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے
لیے مسابقت کی فضا پیدا کرنے کیلئے جامعہ کے
جملہ شعبہ جات کے واسطے سالانہ انعامات کا سلسلہ
شروع کیا جو اطفال سے لیکر فضیلت تک تمام درجات
میں فرسٹ سکنڈ اور تھرڈ پوزیشن حاصل کرنے
والے تمام ہی طلبہ و طالبات کو دیے جاتے ہیں
گزشتہ دو سالوں کے انعامات انشاء اللہ اسی
اجلاس کے موقع پر تقسیم کیے جائیں گے جو تین
ہزار روپیے کی کتابوں پر مشتمل ہیں۔

اس سلسلے میں انجمن کی شوریٰ نے فیصلے
کے مطابق انعام پانے والے طلبہ کو انعامی کوپن
تقسیم کیے گئے تاکہ وہ اپنی پسندیدہ کتابوں کا
انتخاب کرکے ہمیں مطلع کریں اور ہم انھیں انکی
پسندیدہ کتابیں فراہم کر سکیں الحمدللہ ہم ان کی
پسندیدہ کتابیں فراہم کرنے میں بہت حد تک
کامیاب رہے۔

۱۵۔ انجمن نے فلاحی برادران کی صلاحیتوں
کو نکھارنے اور انھیں زیادہ سے زیادہ موثر
اور مفید بنانے اور انکی اعلیٰ تعلیم کے لیے
ایک وظائف فنڈ بھی قائم کیا جس سے گزشتہ
سال میں علی گڑھ یونیورسٹی میں زیر تعلیم پانچ
مستحق ذہین طلبہ کو وظائف دیے گئے ان فلاحیوں
کو وظیفے میں دی جانے والی کل رقم پانچ سو
روپیے ماہانہ رہی جو وہاں کی یونٹ کی سفارش
کے مطابق پانچوں فلاحیوں کو ہر ماہ ملتی رہی
لیکن یہ مبارک سلسلہ مختلف وجوہ کے سبب
۱۹۸۳ء میں بند ہو گیا۔

ہماری کوشش ہے کہ نئے سال کے آغاز
سے یہ سلسلہ پھر شروع ہو جائے۔ ویسے اس سال
بھی ایک صاحب خیر نے انجمن کے توسط سے جامعۃ
الفلاح میں زیر تعلیم ایک طالب علم کا وظیفہ منظور
کیا اور ہم تقریباً ہر ماہ سو روپیے کے حساب
سے اس کا بل ادا کرتے رہے ہیں۔

۱۶۔ ۱۹۸۲ء میں فارغ ہونے والے فلاحیوں
کو انجمن نے ایک استقبالیہ دیا جس میں انکے
سامنے انجمن کے اغراض و مقاصد واضح کیا گیا
اور ہر ایک کو دستور کی کاپی اور ممبری فارم دیا گیا
اس کے علاوہ فلاحی حضرات کو توجہ دلائی گئی کہ
وہ افراد جو ابھی تک انجمن کے ممبر نہیں بنے ہیں
وہ جلد از جلد ممبری فارم پر کر دیں۔ اسکے نتیجے
میں تقریباً پندرہ فلاحیوں نے ممبری فارم پر
کیے۔ وہ انجمن کے قیام کا ایک مقصد جامعہ
کی تعمیری ترقی میں ذمہ داران جامعہ کے
ساتھ تعاون کرنا ہے۔

۱۔ چنانچہ اس سلسلے میں انجمن کے سکریٹری

اور دوسرے سال ان سے نائب ناظم جامعہ سے جامعہ کی لائبریری کیلئے ریک کی فراہمی کے سلسلے میں گفتگو کی جسکے نتیجہ میں جامعہ کی لائبریری کیلئے تقریباً چار ہزار روپیوں کے آٹھ ریک فراہم کئے گئے جسمیں لائبریری کی منتشر کتابیں مرتب اور محفوظ کردی گئیں. تاکہ طلبہ اور اساتذہ ان سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکیں.

۳. انجمن کے بیرون ملک مقیم ممبران نے انجمن کے مشورے کے مطابق جامعہ کی لائبریری کو اہم مراجع کی فراہمی کی کوشش کی جسکے نتیجہ میں سینکڑوں کی تعداد میں جامعہ کی لائبریری کو اہم مراجع فراہم کئے گئے جو یہاں کیلئے انتہائی ضروری تھے پھر اسے مزید بہتر سے بہتر بنانے کی برابر کوشش جاری ہے.

۴. انجمن نے جامعہ کی لائبریری کی مستقل عمارت کیلئے بعض اصحاب خیر کو توجہ دلائی جس کے نتیجہ میں اس فنڈ میں کچھ رقم بھی جمع ہوئی اور مزید رقم کی فراہمی کیلئے مسلسل کوشش جاری ہے لہٰذا امید ہے مستقبل قریب میں انجمن جامعہ کی لائبریری کے بنے ہوئے نقشے کے مطابق تعمیر کرانے پر قادر ہوگی.

۵. قطری برادران نے جامعہ کی تعمیر و ترقی کے لئے جس طرح گزشتہ سالوں میں جامعہ کی زمین کا ماسٹر پلاننگ کرایا تھا اسی طرح اس میں رنگ بھرنے کے لئے برابر سرگرم عمل ہیں. جدید تعمیر ہونے والی عمارت فلاحی برادران کی مخلص کاوشوں کا نتیجہ ہے اور ہمیں اللہ کی ذات سے قوی امید ہے کہ وہ انشاء اللہ اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے میں ذمہ داران جامعہ کا اپنا بھرپور تعاون پیش کرتے رہیں گے.

۶. اس کے علاوہ جامعہ کی تعمیر و ترقی کے لئے حسب موقع مناسب مشورے دئیے گئے اور جسقدر بھی ممکن ہوا علمی تعاون بھی پیش کیا گیا. طلبہ میں حصول علم کیلئے خلوص و دلچسپی، لگن اور حوصلہ پیدا کرنے کیلئے ہر طرح سے انکا اعتماد بحال کرنے کی کوشش کی گئی.

۷. ناظم جامعہ سے انجمن کی شوریٰ نے سفارش کی کہ جامعہ میں اگر کسی وجہ سے شعبہ تخصص بر وقت جاری نہ ہو سکے تو اسے اس سال تو ضرور شروع کیا جائے.

مندرجہ بالا کاموں کو بہتر اور منظم طریقے سے انجام دینے کے لئے ضروری تھا کہ انجمن کا باقاعدہ ایک دفتر ہو چنانچہ ذمہ داران جامعہ سے گفتگو کے بعد دفتر کیلئے باقاعدہ ایک کمرہ مختص کیا گیا. اور انجمن کے دفتر کیلئے تقریباً بائیس (۲۲۰۰) سو روپئے کا فرنیچر اور ریک فراہم کیا گیا چونکہ ماہنامہ

حیات نو اور انجمن دونوں کے دفتر کا کام سے رہا ہے لیکن حیات نو کی بڑھتی ہوئی ضروریات انجمن کی متقاضی ہیں کہ آئندہ اسکے لئے ایک مستقل دفتر کی ضرورت ہوگی.

گزشتہ سالانہ اجلاس میں طے کیا گیا تھا کہ ہر فارغ جامعہ کم از کم ایک پرچے کا خریدار ضرور بنے اور حیات نو کی توسیع اشاعت کی حتی الوسع کوشش کرے چنانچہ تمام شرکاء اسی وقت باقاعدہ خریدار بن گئے تھے اور مستطیع دیگر حضرات نے بطور مستقل اعانت اپنے ذمہ کچھ ماہانہ رقمیں بھی متعین کر لی تھیں لیکن حیات نو کے بند ہو جانے کی وجہ سے باقاعدہ وصولی نہ ہو سکی پھر بھی ہمارے بہت سے ممبران پابندی سے رقمیں بھیجتے رہے خصوصاً بیرون ملک فلاحی برادران یہ وہ چیزیں تھیں جو ہمیں انجمن کی کارکردگی کو خوب سے خوب تر کرنے کو مہمیز کرتی رہتی ہیں.

گزشتہ دو سالوں میں حیات نو کے رجسٹریشن کے لئے دو بار کوشش کی گئی. لیکن اسکا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا معلوم ہوتا ہے کہ اس نام سے پورے ہندوستان ہی سے کوئی رسالہ نکل رہا ہے اسلئے اس نام کا رجسٹریشن ممکن نہیں ہم اس اجلاس میں اسکے لئے اور اچھے ناموں کو تجویز کریں گے تاکہ آئندہ جلد از جلد اسکا رجسٹریشن کرا سکیں. انجمن کی کارگزاری کی یہ مختصر سی رپورٹ ہے جسکے بعد میں یہ واضح کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ یہ جو کچھ بھی کیا گیا ہے یہ مادر علمی پر ہمارا کوئی احسان نہیں ہے بلکہ اسکے عظیم احسانات کے مقابلے میں ہماری یہ معمولی اور ادنیٰ کوشش ہے جسکا مقصد فقط للہ فی اللہ جامعہ کی خدمت اور اسکی فلاح و بہبود ہے خدا سے دعا ہے کہ ہمیں زیادہ سے زیادہ جامعہ کی خدمت کرنے کا موقع عنایت فرمائے.

آمین

وما توفیقی الا باللہ الیہ ادعو والیہ أنیب

بقیہ جامعہ ... اور اسکے لیل و نہار

طالبات نے بھی اپنے احساسات و جذبات کا اظہار کیا پھر ذمہ داران نے بطور نصیحت کچھ باتیں انکے سامنے رکھیں. اسی طرح جامعۃ الفلاح کے شعبہ نسواں میں بھی فارغ ہونے والی طالبات کو الوداعی پارٹی دی گئی جس میں انہوں نے بھی اپنے احساسات و جذبات کا اظہار کیا.

غزل

از منصف مبارکپوری استاذ جامعہ

چھپتا ہے کتنا حسن، ادائے حسین کے ساتھ
خاتم کے شکل، جبکہ ہو خاتم نگین کے ساتھ

میری نظر میں آدمی بنتا ہے آدمی
پختہ ہو اُس کا رابطہ دل جبکہ دین کے ساتھ

گل چمن میں رنگ بہاراں تھا پُر کشش
وہ آگئے تو ہو گئیں آنکھیں انھیں کے ساتھ

صدقِ معاملت سے جو دل کو قرار ہے
ہوتا نہاں نصیب، کبھی آن وان کے ساتھ

ہوتا ہے گرچہ قتلِ عزیزاں چمن میں روز
وابستہ ربطِ دل ہے مگر اس زمیں کے ساتھ

تیرِ ستم نے کشتوں کے پشتے لگا دیے
ملتی ہے اُن کو داد، مگر آفرین کے ساتھ

آزادیٔ وطن ہے کہ سامانِ دردِ دوست
ہر جا ستم ہے عام، مکان و مکیں کے ساتھ

فکرِ معاش و قحط، یلغارِ برق و باد
ہر دم ہے کوئی غم میری جانِ حزیں کے ساتھ

منصف دکھوں ہو مجھ سا یہ وارفتگی کا رنگ
میرا بھی ربطِ دل ہے کسی مہ جبیں کے ساتھ

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم

حلقۂ یاراں

عبید اللہ فہد فلاحی

عزیز الدین عزیز بلگرام

پیارے اڈیٹر صاحب

ورلڈ یوتھ کونشن سے واپسی کے بعد ابھی تک جامعۃ الفلاح کے در و دیوار ذہن میں گھوم رہے ہیں اور احباب واعزہ کی خاطر داریاں وہ رہ کر یاد آ رہی ہیں۔ یہاں میں نے تمام متعلقہ افراد کو پہونچا دیے ہیں سابق ناظم دینیات مولانا تقی امینی صاحب سے گفتگو کی ہے انشاء اللہ علی گڑھ کے حالیہ شمارہ میں حیات نو پر تبصرہ آ جائے گا۔ وہ انجمن طلبہ قدیم کے کونشن کی روداد دلچسپی سے سنتے رہے۔ فلاح میں ننھے منے طلبہ کے پیش کیے ہوئے ڈرامہ کا جب حال سنا تو بہت متعجب ہوئے اور جب میں نے انھیں بتایا کہ اس کی بنیادی تھیم قرآن کی یہ آیت تھی کہ فلا اقتحم العقبة وما ادراك ما العقبة فك رقبة او اطعام في يوم ذي مسغبة يتيما ذا مقربة او مسكينا ذا متربة تو ان کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور جب میں نے قسیم میاں کے رول کا ذکر کیا تو رونے لگے آخر میں فرمایا یہ آیت تو بڑی عجیب و غریب ہے اگر ممکن ہو تو وہ ڈرامہ یہاں علی گڑھ میں بھی دکھلایا جائے۔

آج کل ایک امریکی ادیبہ میری ونڈ کی کتاب children without childhood کا بڑا چرچا ہے۔ اس میں موصوفہ نے امریکی معاشرہ میں بچوں کی بچپن سے محرومی پر زوردار تبصرہ کیا ہے جو رفتہ رفتہ ہمارے معاشرے پر بھی منطبق ہو رہا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ سماجی اور سماجی تبدیلیاں اب ہمارے گھروں میں بھی گھس چکی ہیں۔ عورتوں کی تحریک آزادی کام کرنے والی خواتین کی بڑھتی تعداد، دوہری کمائی کرنے والے خاندان، طلاق کی بڑھتی ہوئی شرحیں، کتابوں، فلموں اور ٹیلیویژن پر بڑھتے ہوئے جنسی حالات اور تعیش اور لذت پسندی نے بچوں کو پیار کا پیاسا بنا دیا ہے۔ والدین نے انھیں حقیقی محبت عطا کرنے کے بجائے

ٹی وی اور ویڈیو کو کار سیاں بنا کر مصنوعی ماحول میں بند کر دیا ہے۔ اور بچے وقت سے پہلے بوڑھے ہو رہے ہیں اور یہ رجحان اٹھارہویں صدی سے شروع ہو کر اب عروج پر پہنچ چکا ہے۔ ضرورت ہے کہ بچوں کو حقیقی محبت عطا کی جائے اور انہیں مصنوعی ماحول سے نکال کر محبت اور پیار کا واقعی ماحول دیا جائے۔ یہ امریکہ کی ایک ادیبہ کے خیالات ہیں جسے اس نے اپنی تازہ کتاب میں بیان کیا ہے۔ سائنس اور ٹکنالوجی کے مضر اثرات اب رفتہ رفتہ لوگوں کی سمجھ میں آتے جا رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ اسلام کی حقیقی تعلیمات سادہ اور دلنشیں انداز میں عوام کے سامنے پیش کی جائیں

[illegible]

دو غزل آپکی خدمت میں روانہ کر رہا ہوں جو میں نے آپ ہی کی نظامت میں ہونے والی ادبی نشست (میسور) میں پڑھی تھی۔ انشاء اللہ آئندہ بھی مضامین و تخلیقات روانہ کرتا رہونگا۔

یہ جان کر آپ کو خوشی ہوگی کہ عنقریب ایک رسالہ بعنوان "صدائے فطرت" بنگلور سے جاری ہونے جا رہا ہے۔ اور اس کی ادارت ہمارے ایک دوست فرما رہے ہیں۔ لیکن فکری غذا بہر حال میری جانب ہی سے ملے گی تو ٹھیک۔ ایک کاپی بہت جلد آپ کو روانہ کرونگا۔ اپنی رائے سے فرداً اور اپنے تبصرے سے رسالے میں نوازئے اور اس سلسلے میں آپ کا تعاون بھی ہمیں درکار ہے۔ آپ کے حلقہ تعارف میں اسکا تعارف فرمائیے۔

فقط والسلام خیر اندیش

عزیز الدین

برادر محترم جناب مولانا طارق فلاحی صاحب

سلام مسنون

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ آپ کا رسالہ دیکھ کر بڑی مسرت حاصل ہوئی۔ خدا تعالیٰ آپکے رسالے کو بھرپور ترقی عطا فرمائے۔ جبکہ دو رسالے مل چکے ہیں میرے لائق کوئی خدمت ہو تو عرض کیجئے۔ سردست آپکے حکم کے مطابق

نوٹ:۔ جامعہ میں ایسے غیر مستطیع طلبہ کو جو مصارف برداشت نہیں کر سکتے حسب گنجائش وظیفہ دیا جاتا ہے۔ یہ وظیفہ صرف عربی درجات اور شعبہ حفظ کیلئے خاص ہے۔ وظیفہ کے لئے درخواست جامعہ کے چھپے ہوئے فارم پر ہونی چاہئے

[illegible] فلاحی سکریٹری انجمن

جامعہ اور اسکے لیل و نہار

جامعۃ الفلاح علوم دینیہ علوم عاصرہ کا مرکز اور ایک قابل اعتماد تربیت گاہ ہے جس نے اپنی دوسری تمام درسگاہوں میں اسکو ایک نمایاں اور ممتاز مقام حاصل ہے۔ اس جامعہ نے نہ صرف یہ کہ بچوں ہی کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کیا ہے بلکہ انکے ساتھ ساتھ بچیوں کی بھی اعلیٰ تعلیم و تربیت کا انتظام کیا ہے۔ دونوں ہی کے لئے الگ الگ درسگاہیں اور دارالاقامے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ ادارہ ایک عرصہ سے ملت کے نونہالوں کی تعلیم و تربیت کے اہم فرائض انجام دیتے ہوئے ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے۔ اس سال جامعہ سے فضیلت کا امتحان دینے والے طلبہ کی تعداد ۷۰ اور طالبات کی تعداد ستر ہے۔ اور عالمیت کے امتحان میں شریک ہونے والے طلبہ کی تعداد ۱۳۲ اور طالبات کی تعداد ۱۰۹ ہے۔ اس وقت تمام ہی طلبہ و طالبات امتحان میں مصروف ہیں۔ اپریل کا مہینہ جامعہ کے لئے امتحان کا مہینہ ہوتا ہے۔ اسی مہینہ میں مجلس انتظامیہ مجلس تعلیمی اور عاملہ کی میٹنگ ہوتی ہے۔ تمام ممبران اور ذمہ دار حضرات تشریف لاتے ہیں اساتذہ اور طلبہ کو ان سے ملاقات کا شرف حاصل ہوتا ہے اور بڑی مسرت ہوتی ہے۔ اس مہینہ میں جناب بہت سے ذمہ داران جامعہ تشریف لائے جن میں ابو اسعد عابد صاحب جو حیدرآباد سے تعلق رکھتے ہیں اور بیشتر ہی انجینئر ہیں تشریف لائے۔ موصوف ایک ہفتہ جامعہ میں مقیم رہے۔ اس دوران آپ نے جامعہ کے نئے تعمیر ہونے والے دارالاقامہ کا نقشہ و ڈیزائن بنایا۔ خدا کرے کہ بہت جلد وہ ڈیزائن عمارت کی شکل میں دکھائی دے اور زیادہ سے زیادہ طلبہ کو داخلے اور رہنے کی سہولت فراہم ہو سکے۔

تعلیمی کمیٹی کی نشست

اپریل کے پہلے عشرہ میں جامعہ کی تعلیمی کمیٹی کی ایک نشست ہوئی جس میں باہر سے مولانا ابو اللیث صاحب اصلاحی ندوی امیر جماعت اسلامی ہند اور مولانا سید حامد علی صاحب شاہجہانپوری تشریف لائے علاوہ دوسرے

ممبران حضرات بھی موجود تھے۔ نصاب پر غور و
خوض ہوا اور جزوی ترمیمات کی گئیں۔ اس
سلسلے میں اساتذہ سے بھی مشورے لیے گئے
پوری کوشش کی گئی کہ نصاب زیادہ سے زیادہ
مفید اور کارآمد ہو۔ جناب مولانا سید حامد علی
صاحب نے اس موقع پر ۱۱ اپریل کو بعد نماز عصر
جامعہ کی جامع مسجد میں طلبہ و اساتذہ سے ایک
خطاب کیا۔ آپ نے جامعہ کے قیام کی غرض و
غایت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ آج
اس ملک کی قیادت اور رہنمائی انہیں طلبہ کو کرنی
ہوگی یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ وہ یکسوئی
کے ساتھ براہ راست کتاب و سنت کا علم حاصل
کریں۔ ان کا علم وسیع ہو ان کے اندر گہری دینی
بصیرت ہو اس کے بغیر وہ بیرونی ہو سکتے ہیں تبلیغی
نہیں کر سکتے۔ اس سلسلے میں موصوف نے کچھ تلخ
واقعات کا بھی تذکرہ کیا۔

جامعہ کی انتظامیہ کا اجلاس

۱۱، ۱۲، ۱۳ اپریل کو جامعہ کی سالانہ میٹنگ
ہوئی جس میں انتظامیہ کے زیادہ تر افراد
شریک ہوئے جن میں مقامی اور مضافات
کے ممبران کے علاوہ باہر سے آنے والوں میں
جناب مولانا ابواللیث صاحب اصلاحی ندوی
جناب حبیب احمد قاسمی صاحب لکھنؤ و جناب
رفعت صاحب کانپور، جناب نسیم احمد غازی فلاحی
اور شبیر احمد فلاحی دہلی شامل ہیں۔ جناب مولانا
صدرالدین اصلاحی صاحب ناظم جامعہ اپنی علالت
کے باوجود رامپور سے تشریف لائے۔ اس نشست
میں سالانہ تعلیمی رپورٹ۔ آمد و صرف کا حساب
پیش ہوا۔ آئندہ کیلئے بجٹ منظور ہوا اور کچھ تجاویز
طے پائیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جامعہ کو زیادہ
سے زیادہ ترقی دے۔ آمین۔

انجمن طلبہ قدیم کی شوریٰ کا اجلاس

۱۰، ۱۱ اپریل کو انجمن کی آفس میں انجمن طلبہ
قدیم کی شوریٰ کا اجلاس ہوا اس میں سال گذشتہ
کی آمد و خرچ کا گوشوارہ پیش ہوا اس کی روشنی
میں آئندہ کیلئے بجٹ بنایا گیا۔ اس اجلاس میں شوریٰ کے
تمام ممبران موجود رہے البتہ انجمن کے صدر نسیم احمد
غازی فلاحی صدر انجمن اور شبیر احمد فلاحی شریک ہوئے
اپریل کے پہلے اور دوسرے عشرے میں جامعہ
میں مختلف مہمان تشریف لائے محمد جعفر صاحب
صدر ایس۔ آئی۔ او اور ان کے ساتھ جاوید علی صاحب
نائب صدر بھی تھے سید قاسم رسول الیاس صدر
ایس۔ آئی۔ ایم بھی تشریف لائے۔ اساتذہ و طلبہ
سے ملاقاتیں رہیں۔

امسال جامعہ سے فارغ ہونے والے طلبہ
کو جامعہ کی طرف سے الوداعی پارٹی دی گئی جس میں

بقیہ صفحہ ۵۷ پر

جامعۃ الفلاح

امتحانات۔ تعطیلات۔ نیا تعلیمی سال۔ داخلے

امتحانات:۔ جامعۃ الفلاح کے شعبہ جات کے امتحانات ۳ مئی کو ختم ہو گئے طلبہ اسی روز اپنے گھروں کو روانہ ہو جائیں گے۔ کوشش کی جا رہی ہے کہ نتائج بہت جلد تیار ہو جائیں اساتذہ ۸ مئی تک نتائج تیار کرنے کیلئے رکے رہیں گے اسی دن مقامی بچوں کے نتائج سنا دیئے جائیں گے اور ملحقہ مدارس جات کو ان کے ملحقہ نتائج مطلع کر دیئے جائیں گے۔

تعطیلات:۔ جامعہ میں ۱۰ شعبان مطابق ۸ مئی سے باقاعدہ تعطیل شروع ہو گی جو ۱۰ شوال مطابق ۲۹ جون کو ختم ہو گی۔

نیا تعلیمی سال:۔ نئے تعلیمی سال کا آغاز ۱۱ شوال مطابق ۳۰ جون ہو گا۔ اس دن حاضری لازمی ہوگی۔ مکتب جامعہ سے درسی کتابوں کا اجرا بھی اسی دن ہو گا

داخلے:۔ جامعہ میں داخلے حسب معمول بیرونی بچوں کے درجہ سوم سے نیچے نہیں ہوں گے۔ داخلہ ٹسٹ کے بعد ہی ہوں گے۔ شعبہ عربی میں وہی بچے داخل ہوں گے جنھوں نے جامعۃ الفلاح سے درجہ چہارم ابتدائی پاس کر لیا ہو یا اس معیار کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

درجہ ہشتم (عربی اوّل) میں داخلے کیلئے شرط یہ ہے کہ طالب علم ہمارے یہاں سے درجہ ہفتم ثانوی پاس ہو یا اس معیار کی صلاحیت رکھتا ہو۔ عربی اوّل میں داخلہ چاہنے والے طلبہ کا ٹسٹ ایک ساتھ تحریری ہوگا۔ جس کی شکل یہ ہوگی کہ ہمارے یہاں کے درجہ ہفتم کے نصاب کی کتابوں سے دو پرچے مرتب کئے جائیں گے۔ ایک پرچہ اردو ادب، ہندی اور انگریزی کا ہوگا۔ دوسرا پرچہ حساب، جغرافیہ، عام معلومات کا ہوگا۔ ان دونوں پرچوں میں کامیابی کے بعد ہی عربی اوّل میں داخلہ ہو سکے گا۔

ٹیسٹ ان شاء اللہ ۷ جولائی کو ہوگا۔ اس لئے عربی اوّل میں داخلہ کے خواہش مند حضرات ۶ جولائی کی شام کو لازماً جامعہ پہونچ جائیں تاکہ ۳۰ جون کو کچھ ایام دیکھ کر ۷ جولائی کو ٹسٹ میں شریک ہو سکیں درجہ ہفتم کے جن کتابوں سے پرچے مرتب کئے جائیں گے وہ یہ ہیں۔

(۱) اردو ادب :- (۱) تعمیری ادب نظم (حصہ اول مرکزی مکتبہ دہلی) (مشتمل کلام مولانا محمد علی جوہر، حالی بدایونی، چکبست، ظریف لکھنوی، اصغر گونڈوی، جگر مرادآبادی، امجد حیدرآبادی، جگت موہن لال، جلیل مانک پوری، اقبال سہیل، اسماعیل، جوش ملیح آبادی، حفیظ جالندھری، جگن ناتھ آزاد، تلوک چند محروم، احسان دانش، اختر شیرانی، ملا، عامر عثمانی، رروش صدیقی، ماہر القادری، حفیظ میرٹھی)۔

(۲) تعمیری ادب نثر (مرکزی مکتبہ دہلی) (مضحکیات، حاتم طائی کی کہانی، سوتیلی ماں کا آخری وقت، شہزادی کی چتا، منتہ پارے، تنہائی کا گھر، قیام دین کے روشن امکانات، جہانگیر، اسلامی ادب)

(۲) ہندی :- ساہتیہ پربھا (شائع کردہ جامعۃ الفلاح)

(۳) انگلش :- بیسک انگلش ریڈر بک تھرڈ مکمل (سرکاری درجہ ۸ کا کورس)

(۴) سائنس :- عام معلومات پنجم مکمل (مرکزی مکتبہ دہلی)

(۵) جغرافیہ :- ہمارا کرۂ زمین حصہ دوم مکمل (درجہ ۸ کا سرکاری کورس)

(۶) حساب :- ارتھمیٹک حصہ سوم (جونیئر ہائی اسکول درجہ ۸ کیلئے)

الجبرا جیومیٹری (" " " " " " ")

عربی اول کے علاوہ دوسرے درجات میں داخلے عموماً ختم شوال تک ہو جایا کریں گے۔ داخلہ کی درخواستیں ۱۰ رمضان تک جامعہ پہنچ جانی چاہئیں۔

داخلے کے وقت ضروری اخراجات

داخلہ فیس	۵
دارالاقامہ میں رہنے والے طلبہ کے لئے زرِ ضمانت مطبخ ..	۲۰۰
زرِ ضمانت فی شرح ..	۴۰
بورڈنگ بجلی فیس (ابتدائی و ثانوی طلبہ کیلئے) ..	۲۴
عربی درجات و حفظ کے لئے ..	۴۸

نوٹ :- جامعہ میں داخلہ چاہنے والے حضرات داخلہ کی منظوری کا خط ضرور ساتھ لائیں بغیر منظوری کے [illegible] [illegible] نہ کریں۔